تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

www.tanzeem.org

32

نفاذِ دینِ اسلام نمبر

مسلسل اشاعت کا 30 واں سال

22 تا 28 محرم الحرام 1443ھ / 31 اگست تا 6 ستمبر 2021ء

نفاذِ دینِ اسلام مہم

"پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ" کے نعرے کی گونج میں 14 اگست 1947ء کو ایک اسلامی ریاست پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشہ پر ابھری۔ اس ریاست کا قیام انتہائی غیر متوقع اور زمینی حقائق کا منہ چڑا رہا تھا، اسی لیے اِسے مملکت خداداد کہا گیا۔ پھر ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد منظور کر لی اور اپنی سمت متعین کر دی۔ یوں اپنوں بیگانوں سب کو بتا دیا کہ ریاست پاکستان کا حتمی ہدف کیا ہے۔ جلد ہی اکتیس (31) علماء نے جو تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھتے تھے متفقہ طور پر بائیس (22) نکات پیش کر کے نفاذِ اسلام کا پورا روڈ میپ پیش کر دیا۔ گویا مقتدر طبقات اور ارباب حل و عقد پر نفاذِ اسلام کے حوالے سے حجت قائم کر دی۔ اِس پر طاغوتی قوتیں الرٹ ہو گئیں اور اندرونی اور بیرونی سازشی عناصر حرکت میں آ گئے۔ لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا اور اسلام کی طرف رواں دواں گاڑی کو ریورس گیئر لگا دیا گیا۔ گو اسلام بطور سیاسی نعرہ استعمال ہوتا رہا لیکن عملی طور پر سیکولرازم کو اپنا لیا گیا۔ آئین منافقت کا پلندہ بن گیا جو اسلام کی طرف لے جاتا بھی ہے اور اُس کے راستے میں رکاوٹیں بھی کھڑی کرتا ہے۔ لیکن قارئین کرام ہمارا مہربان اور غفور و رحیم رب مایوسی کو کفر کے مترادف قرار دیتا ہے۔

تنظیم اسلامی جو ایک عرصہ سے اقامت دین کی جدوجہد کر رہی ہے۔ اُس کے رفقاء نظم اور تربیت کے مراحل طے کرنے کے ساتھ ساتھ مقامی سطح پر آگاہی منکرات کے عنوان سے عوام سے رابطے میں رہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں اب تنظیم اسلامی ملک گیر سطح پر "نفاذِ دین اسلام مہم" کا 27 اگست سے آغاز کر چکی ہے۔ اس مہم میں اہلِ پاکستان کو اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں سے آگاہ کیا جائے گا۔ اسلامی نظام کے قیام سے ایک عام انسان کو جو دنیوی اور اُخروی ثمرات حاصل ہوں گے، اس کی تفاصیل سے آگاہ کیا جائے گا۔ عوام کو بتایا جائے گا کہ پاکستان کا استحکام ہی نہیں اس کی بقا اور سلامتی کا انحصار بھی اسلامی نظام کے قیام میں ہے۔ لہٰذا عوام الناس سے اپیل ہے کہ وہ اِس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ برادرانِ اسلام ذرا سوچیں تو سہی اگر ہماری اِس جدوجہد کے نتیجہ میں پاکستان حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بن جاتا ہے اور اسلام کے معاشی نظام کی وجہ سے اگر کوئی سود کی لعنت سے بچ جاتا ہے اور اسلام کا معاشرتی نظام اگر کسی کی آنکھ اور کان کو زنا سے بچا لیتا ہے اور اسلام کے عدل و انصاف پر مبنی سیاسی نظام سے دیانتدار اور خوشحال معاشرہ وجود میں آ جاتا ہے تو آپ کی کوششوں سے حضرت آدم علیہ السلام کی کتنی اولاد جہنم کی آگ سے بچ سکتی ہے۔ شیطان، اُس کے چیلوں اور نفس کی اِس چال میں نہ آئیں کہ تمہارے اکیلے کے کرنے سے کیا ہوگا ہمارا کام ہے دین کے لیے جدوجہد کرنا۔ آپ کو نفاذِ دین کی جدوجہد نیک نیتی اور اخلاص سے کرنا ہوگی۔ اِس صورت میں دنیوی سطح پر کامیابی حاصل نہ بھی ہو آپ کو اللہ کی رضا اور اُخروی کامیابی بہر صورت حاصل ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ! یہی عظیم ترین کامیابی ہے۔

ایوب بیگ مرزا
ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی

اس شمارے میں

امیر تنظیم اسلامی کا خصوصی پیغام
اسلامی ریاست کے نمایاں خدوخال
اسلامی ریاست اور نفاذِ شریعت
حدود اور سزاؤں کا اسلامی تصور
اسلامی سزائیں عادلانہ ہیں!
مقاصدِ خلافت

الھدیٰ (950)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کافروں کا ٹھکانا: دوزخ

سُوْرَۃُ الْفُرْقَان | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیات: 13 تا 15

وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ
ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ؕ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا
كَثِيْرًا ﴿١٤﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ
الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾

آیت: ۱۳ ﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾﴾ ’’اور جب وہ پھینک دیے جائیں گے اس کی ایک تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے‘ تو اُس وقت وہ موت کو پکاریں گے۔‘‘

اُس وقت وہ دعا کریں گے کہ انہیں موت آ جائے۔ شعور کی زندگی کا قصہ تمام ہو اورانہیں نسیاً منسیا کر دیا جائے۔

آیت: ۱۴ ﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿١٤﴾﴾ ’’(تب ان سے کہا جائے گا کہ) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو!‘‘

اب تم موت کو پکارتے رہو‘اس کے لیے مسلسل دعائیں مانگتے رہو‘ مگر تمہاری ان دعاؤں سے تمہیں موت آئے گی نہیں۔ اب تو تمہیں مسلسل زندہ رہنا اور عذاب کی تکلیف کو جھیلنا ہوگا۔ اس عذاب کی شدّت میں نہ تو کوئی تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی موت آ کر تمہیں اس سے چھٹکارا دلائے گی۔

آیت: ۱۵ ﴿قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ﴾ ’’آپؐ کہیے کہ کیا یہ انجام بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کی وہ جنّت جس کا وعدہ کیا گیا ہے متقی بندوں سے؟‘‘

﴿كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾﴾ ’’ان کے لیے وہ ہوگی بدلہ اور ان کے لوٹنے کی جگہ۔‘‘

وہ ان کے اعمال کا بدلہ اور ان کے سفر کی آخری منزل ہوگی۔

فرمان نبویؐ

شرعی سزاؤں کے نفاذ کی برکات

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ مَطَرِ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِيْ بِلَادِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ)) (سنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کی حدود (شرعی سزاؤں) میں سے کسی حد کا نافذ کرنا اللہ عزوجل کی زمین پر چالیس راتیں بارش ہونے سے بہتر ہے۔‘‘

تشریح: اس کی وجہ یہ ہے کہ حد جاری کرنا گویا مخلوق کو گناہ سے اور معاصی کے ارتکاب سے روکنا ہے اور یہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے یعنی نزولِ برکات کا سبب ہے، اس کے برخلاف حدود کو معاف کرنا یا ان کو جاری کرنے میں سستی کرنا گویا مخلوق کو گناہ ومعاصی میں مبتلا ہونے کا موقع دینا ہے اور یہ چیز یعنی گناہ ومعاصی کا پھیل جانا قحط سالی سے بھی زیادہ اذیت ناک ہے، جس سے نہ صرف انسان متاثر ہوتے ہیں بلکہ اس کی وجہ سے چرند وپرند بھی اپنے رزق سے محروم ہوجاتے ہیں اور وہ بھی مرنے لگتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''نفاذِ دینِ اسلام مہم'' ---- امیر تنظیم اسلامی کا خصوصی پیغام

تاریخ کے کسی غیر جانبدار طالب علم کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس حقیقت سے انکار کرے کہ پاکستان عطیہ خداوندی ہے، کیونکہ قیامِ پاکستان سے صرف سات سال پہلے 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں جو قراردادِ لاہور منظور ہوئی تھی، اس میں پاکستان کا ذکر بھی نہیں تھا بلکہ ہندوستان میں مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلم ریاستوں کے قیام کا ذکر ہے۔ ہندو پریس نے اپنے روایتی تعصب اور تنگ نظری کی بنیاد پر قرارداد لاہور کو قراردادِ پاکستان قرار دے دیا تاکہ اس کے خلاف ردِعمل سامنے آئے، لیکن مسلمانانِ ہند نے اِسے چیلنج سمجھ کر قبول کرلیا تب ہندوستان کی فضاؤں میں پاکستان کا مطلب کیا: ''لا الٰہ الا اللہ!'' کا نعرہ گونجا اور اِس زوردار انداز میں گونجا کہ انگریز کی حکومت اور ہندو کی اکثریت پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اصل اور فیصلہ کن بات یہ ہوئی کہ رحمتِ خداوندی جوش میں آگئی اور ارض وسماء کے مالک اللہ رب العزت نے اس نعرے کو شرفِ قبولیت بخش دیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ اسی لیے اسے مملکت خداداد پاکستان کہتے ہیں۔

مسلمانانِ ہند نے اللہ سے وعدہ کیا کہ اگر تو ہمیں ایک آزاد خطہ زمین عطا فرمادے تو ہم اُس میں وہ نظام (دین) قائم کریں گے جو تو نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچایا۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم آج چوہتر (74) سال کے بعد بھی اس وعدے کی تکمیل نہ کرسکے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو قوم اُس سے کوئی وعدہ کرتی ہے اللہ اُس قوم کو وعدہ پورا کرنے کی مہلت دیتا ہے۔ اِس حوالے سے ہم نے بعض کاغذی کام تو کیے مثلاً 1949ء میں قراردادِ مقاصد کو منظور کرنا اور 1951ء میں اکتیس (31) علماء کا نفاذِ اسلام کے حوالے سے متفقہ بائیس (22) نکات کا پیش کرنا۔ لیکن ہم نے نفاذِ اسلام کے حوالے سے کوئی عملی پیش قدمی نہ کی لہٰذا قیامِ پاکستان کے قریباً ربع صدی گزرنے پر اس وعدہ سے انحراف کی بنا پر اہلِ پاکستان کی پیٹھ پر قدرت نے ایک کوڑا برسایا اور 1971ء میں پاکستان دولخت ہوگیا اُسے اپنے ازلی دشمن کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست ہوئی اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ کون اِس حقیقت سے انکار کرسکتا ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام کو یکجا کرنے والی قدر صرف اسلام تھی گویا اِن میں اسلام ہی بائنڈنگ فورس تھی۔ جب اسلام بطور نظام پاکستان میں نافذ نہ ہوسکا تو یہ قدرِ مشترک ختم ہوگئی اور علیحدگی کا سانحہ وقوع پذیر ہوگیا۔

تاریخِ اسلام میں اگرچہ ہمیں کئی نشیب وفراز نظر آتے ہیں۔ مسلمان اکثر فتح یاب ہوئے لیکن کبھی کبھار شکست سے بھی دوچار ہوئے۔ لیکن مسلمانوں کی تاریخ میں کبھی اتنی بڑی مسلح فوج نے یوں ہتھیار نہیں ڈالے تھے۔ اس جانکاہ سانحہ کا مسلمانانِ پاکستان پر کچھ دیر کے لیے یقیناً اثر ہوا۔ وقتی طور پر یہ اُمید پیدا ہوئی کہ شاید صراطِ مستقیم سے دور چلے جانے والا مسافر گم کردہ راہ پر لوٹ آئے، شاید اندر کی مسلمانی جاگ

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

22 تا 28 محرم الحرام 1443ھ جلد 30
31 اگست تا 6 ستمبر 2021ء شمارہ 32

مدیر مسئول حافظ عاکف سعید

مدیر ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اُٹھے، شاید ضمیر کی آہ و بکا اور چیخ و پکار اُسے اب حق کے لیے ڈٹ جانے پر قائل کرلے اور بھولا ہوا سبق یاد آجائے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ چند دن سر پٹخنے اور سینہ کوبی کرنے کے بعد ہم اُسی راہ پر دوبارہ چل پڑے۔ اپنے وعدے اور آخرت کے انجام کو فراموش کرتے ہوئے دنیوی لوٹ کھسوٹ میں پھر مصروف ہو گئے۔ یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ اگر مسلمانانِ پاکستان اپنے رویے اور طرزِ عمل کو نہیں بدلتے تو ایک بار پھر پاکستان کی بقا اور سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اہل عرب سب سے پہلے اِس لیے اللہ کے غضب کے شکار ہوں گے کہ اللہ کا کلام اُن کی زبان میں نازل ہوا وہ اُسے براہِ راست سمجھ سکتے ہیں لیکن انہوں نے اعراض کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کی بجائے دنیا کے جھوٹے خداؤں کے سامنے جھک گئے۔ اُنھوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ اہل عرب کے بعد مسلمانانِ پاکستان مجرم ہیں کیونکہ پاکستان واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنا ہے لیکن ہم نفاذِ دین سے اعراض کر کے پون صدی سے عہد شکنی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر نہ ملنے سے فکری خلا پیدا ہو گیا اور خلا کا پُر ہونا چونکہ فطری عمل ہوتا ہے لہٰذا لسانی، نسلی اور جغرافیائی بنیادوں پر فتنے سر اُٹھانے لگے۔ ہماری رائے میں پاکستان کو ایک اکائی کی حیثیت سے قائم رکھنے اور اِسے مستحکم و مضبوط کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنی اصل کی طرف لوٹیں اور جس نظریہ کی بنیاد پر اس ملک کو معرضِ وجود میں لایا گیا تھا اُس نظریہ یعنی دینِ اسلام کو اپنے تمام تر نظام کی بنیاد اور جڑ قرار دے کر پاکستان کو ایک حقیقی اِسلامی ریاست بنانے کی جدوجہد کا آغاز کریں کیونکہ اسلام ہی پاکستان کی واحد بائنڈنگ فورس ہے۔ یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ جو عمارت اپنی بنیادوں سے ہٹ کر تعمیر کی جائے گی کبھی مضبوط و مستحکم نہ ہوگی اور گزرتے زمانے کے حوادث اُسے کسی وقت بھی زمین بوس کر سکتے ہیں۔ پاکستان کا اسلامی فلاحی ریاست بننا تو ہمارے ایمان کا جزو ہے ہی لیکن اگر عملی اور عقلی سطح پر بھی پاکستان کے ماضی اور حال پر نگاہ ڈالی جائے تو ہر ذی شعور پاکستانی مسلمان اِس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ہم نے اسلام سے دور ہٹ کر اور سیکولرازم کی راہ اختیار کر کے ذلت وخواری کے سوا کیا حاصل کیا ہے؟ سیاسی عدم استحکام، اقتصادی دیوالیہ پن اور بدترین معاشرتی بگاڑ اور عالمی قوتوں کی محتاجی بلکہ غلامی ہمارا مقدر بن گئی۔ بلا شبہ پاکستان عطیہ خداوندی ہے۔ اس میں اللہ اور رسول ﷺ کے عطا کردہ اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے سوا کوئی اور نظام کارفرما نہ ہو سکے گا۔

ذرا سوچیں ہم مسلمانانِ پاکستان کس قدر خوش قسمت قوم ہیں کہ ہماری ذاتی فلاح، قومی ترقی و بہبود اور اُخروی نجات ایک ہی دھاگے سے بندھی ہوئی ہیں۔ کیا کوئی پاکستانی مسلمان بقائم ہوش وحواس اِس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ نظامِ عدل وقسط دنیا میں ہماری زندگیوں کو آسان نہیں کر دے گا اور پاکستان کو اسلام کا مضبوط و مستحکم قلعہ نہیں بنا دے گا۔ پھر یہ کہ آج کے مادی دور میں ایک ریاست میں اللہ کے دین کو قائم کرنے والوں پر اللہ کا فضل وکرم بھی سایہ فگن ہو جائے گا۔ تنظیم اسلامی کی ''نفاذِ دینِ اسلام مہم'' اسی تناظر اور مقصد کے ساتھ شروع کی گئی ہے کہ اربابِ اختیار، ملک وملت کے ذمہ داران اور عوام الناس کو نفاذِ دینِ اسلام کے فریضہ کی طرف متوجہ کیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مہم کے دوران دستیاب وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ملک بھر میں درج بالا سطور میں بیان کئے گئے حقائق وذمہ داریوں کو عام کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ اربابِ اختیار سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ نفاذ دین کی طرف عملی پیش قدمی کریں۔ علماء کرام اور دینی زعماء سے گزارش ہے کہ نفاذِ دینِ اسلام کے متفقہ فریضہ کی ادائیگی کو ترجیح اوّل دینے کے لیے قوم کی رہنمائی فرمائیں۔ دینی سیاسی جماعتوں کے قائدین سے التماس ہے کہ 74 سالہ تاریخ اور تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے انتخابی سیاست کے گورکھ دھندے کی بجائے نفاذ دین اسلام کے لیے ایک بھرپور تحریک برپا کرنے پر غور فرمائیں۔ عوام الناس سے گزارش ہے کہ جہاں بجلی، پانی، گیس اور دیگر مسائل پر احتجاج کرتے ہیں اور مطالبات پیش کرتے ہیں وہاں سب سے بڑھ کر پُرخلوص اور پُرجوش انداز میں نفاذِ دینِ اسلام کے لیے جان گُسل جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نفاذِ دینِ اسلام کے حوالے سے تو ہمیں تن من دھن لگا کر پُرامن تحریک برپا کرنی ہوگی۔

برادرانِ اسلام! ابھی وقت ہے ابھی پانی سر سے نہیں گزرا۔ اب بھی ہم اگر تحریکِ پاکستان کے دوران کیے گئے وعدہ کی تکمیل کر دیں، پاکستان میں اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی نافذ کر دیں اور اِسے صحیح اور حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی مملکت بنا دیں تو پاکستان مضبوط و مستحکم بھی ہو جائے گا اور ہم سب کی آخرت بھی سنور جائے گی۔ ان شاءاللہ! اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔

❁❁❁

اسلامی ریاست کے نمایاں خدوخال

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

ریاست ایک جدید اصطلاح ہے جس سے مراد ایک ایسی قوم یا خطۂ ارضی ہے جو ایک منظم معاشرہ ہو جو ایک حکومت کے تحت ہو۔ قرآن مجید نے اسے ''تمکن فی الارض'' یعنی کسی معینہ خطۂ زمین میں تحکم اور اقتدار سے تعبیر فرمایا ہے (سورۂ یوسف آیت 21)۔ ریاست کا انتظام اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق چلانے کا حکم ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے''۔ (صحیح البخاری)۔ جلیل القدر رسولوں کو بھی دین کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا اور یہی تقاضا امت مسلمہ سے بھی ہے (الشوریٰ:13)

نبی ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ عازم سفر ہوئے تو سفر ہجرت میں سورۃ الحج کی آیت نمبر 41 نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں تمکن واقتدار عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے اور تمام اعمال کا انجام تو اللہ ہی کے پاس ہے'' گویا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو نوزائیدہ اسلامی ریاست کا منشور دیا جا رہا ہے جسے روبعمل لایا جائے گا چنانچہ پہلا فوری اقدام اقامت صلوٰۃ سے متعلق تھا یعنی مسجد نبویؐ کی تعمیر تھی اس لیے کہ منشور الٰہی کی پہلی شق یہی ہے گویا اسلامی ریاست کے قیام سے آپ کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول تھا لیکن یہ مسجد ریاستی سیکرٹریٹ تھی اور دین و دنیا کی یکجائی کا مظہر تھی۔ مسجد کا امام وخطیب ہی ریاست کا حکمران بھی تھا، چیف جسٹس بھی اور فوج کا سپہ سالار بھی، مذہبی اور سیاسی معاملات میں مشورہ یہیں ہوتا، وفود سے ملاقاتیں، عمائدین حکومت کو ہدایات، مدینہ کی مارکیٹ میں اشیاء کی کوالٹی چیک کرنا غرضیکہ دین و دنیا کی تمام سرگرمیوں کا مرکز مسجد نبوی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ آتے ہی انصار مدینہ کے دونوں قبائل اوس اور خزرج کے ساتھ یہودی قبائل اور اردگرد کے دیگر قبائل کو ملا کر ایک سیاسی نظم قائم کیا جو اس سے پہلے موجود نہ تھا۔ اسے دارالامن یا دارالسلام کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حکومت اور ریاست کی اصطلاح سے جو چیز آج دنیا میں معروف ہے وہ اہل عرب کے سامنے جزیرہ نمائے عرب میں فتح مکہ کے بعد پہلی مرتبہ آئی۔ اسی لیے متعلقہ قبائل کے درمیان ایک تحریری معاہدہ بھی ہوا جو ''میثاق مدینہ'' کہلاتا ہے۔ اس کو آج کل کی سیاسی اصطلاح میں ''عبوری آئین یا دستور'' (Interim Constitution) کہہ سکتے ہیں۔ عبوری اس لیے کہ ابھی اسلام کے سارے احکام وقوانین نازل نہیں ہوئے تھے جو بعد میں بتدریج رسول ﷺ پر نازل کیے گئے اور آپؐ نے انھیں اسلامی ریاست میں نافذ فرمایا۔ اس ریاست میں رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے ''حاکم اعلیٰ'' کا مقام حاصل تھا جو سب کے نزدیک مسلّم تھا۔ دس سال کے عرصے میں پورے جزیرۃ العرب میں دین حق کو غالب ونافذ کر کے اس مقصدِ الٰہی کی تکمیل فرما دی جس کے لیے آپؐ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ (الصف:9)

آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے ''خلیفۂ رسول اللہ'' کے طور پر حکمرانی کا منصب سنبھالا تو ان کی حکومت کے دائرے میں یمن، بحرین اور نجران سمیت پورا جزیرۃ العرب شامل تھا۔ اس دائرہ میں مانعین زکوٰۃ، مرتدین، نبوت کے جھوٹے دعویداروں اور اسلامی ریاست میں یورش برپا کرنے والوں کے خلاف آپؓ نے جہاد کر کے خلافت کی عملداری (Writ) بحال کی اور پھر اس ریاست کا دائرہ عرب وعجم کے وسیع علاقوں تک بتدریج پھیلتا چلا گیا۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام میں ریاست وحکومت کا قیام محض سماجی تقاضا یا دنیوی یا وقتی ضرورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے عطا کردہ عادلانہ ومنصفانہ نظام قائم کرنا اس کا ہدف اولین ہے۔ گویا اسلامی ریاست بنیادی طور پر ایک نظریاتی ریاست ہے جس میں اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کا حق ہے۔ (یوسف:40)

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

جس طرح نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اسوۂ حسنہ ہے اسی طرح آپؐ کی محنت شاقہ کے نتیجے میں مدینہ منورہ کی ریاست آئندہ کے لیے آنے والی تمام ریاستوں کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، جہاں قرآن وسنت کی واضح تعلیمات کی روشنی میں فلاحی نظام وضع کیا گیا۔ اس بابرکت اسلامی ریاست کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

1:۔ بے لاگ اور بلا معاوضہ انصاف:

قرآن مجید ارسال رسل اور انزال کتب کا مقصد ہی قیام عدل وقسط بتاتا ہے (الحدید:25) اور نبی اکرم ﷺ سے کہلوایا گیا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔ (الشوریٰ:15)

مدینہ کی ریاست میں اس کا بدرجہ اتم اہتمام کیا گیا۔ حضرت عمر ؓ حج کے موقع پر عدالت قائم کر کے اس کا اہتمام فرماتے۔ مصر کے گورنر کے بیٹے کو کوڑے لگوائے اور یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا ''لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا تم نے انھیں غلام کب سے بنا لیا ہے''۔ آپ عمال (ریاستی اہلکاروں) پر کڑی نگاہ رکھتے۔ کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کراتے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ہر شہری کو ہر قسم کے ظلم وتعدی سے بچائے اور اس امر کا اہتمام کہ کوئی شخص غریب ہو یا امیر، بے اثر ہو یا بااثر، یکساں طور پر، بغیر کوئی قیمت ادا کیے، انصاف حاصل کر سکے۔

2:۔ قانونی مساوات:

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے رول ماڈل بن گئی۔ قرآن وسنت کے قوانین کا نفاذ انسانیت کے لیے بہت بڑی رحمت تھی۔ اسلامی ریاست کا ہر شہری، خواہ امیر ہو یا غریب، شریف ہو یا شریر، حاکم ہو یا محکوم، ایک اعلیٰ عہدیدار ہو یا ایک عام شہری، قانون کی نظر میں بالکل مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ مدینہ کی ریاست میں ہر شخص اور ہر طبقہ بغیر کسی امتیاز کے ایک ہی قانون اور ایک ہی نظام عدالت کے تحت زندگی گزارتا ہے۔ اسلامی قانون میں استثنا کی کوئی شق نہیں ہے۔ قانون کا احترام مسلم وغیر مسلم سب کے لیے

لازم ہوتا ہے۔لوگوں کے لیے اپنے خلیفہ، گورنر یا امیر تک رسائی انتہائی آسان ہوتی ہے۔

3:۔اسلامی ریاست کا معاشرتی نظام:

لوگوں کے لیے مساوات کا اصول عملاً نافذ کیا گیا۔ خون، نسب، رنگ اور پیشہ نیز دور جاہلیت کے شریف اور رذیل کے فرق کو ختم کر دیا گیا۔ مدینہ کی ریاست ہر قسم کی بے حیائی، فحاشی، عریانی، راگ رنگ اور رقص وسرور سے پاک تھی۔ مردوزن کو نگاہوں کی حفاظت کا حکم دے کر ماحول کو پاکیزہ بنایا گیا (النور: 30، 31)۔ خواتین کو پردے کا حکم دیا گیا۔ (سورۃ الاحزاب آیات 53 اور 59) نیز محرم ونامحرم کی فہرست بتا کر اسلام کے سماجی ومعاشرتی نظام کے تفصیلی احکام بتائے گئے۔

(سورۃ النساء آیت 23، سورۃ النور آیت 31)

4:۔اسلامی ریاست کی معاشی پالیسی:

اسلامی ریاست ہر اس شہری کی کفیل اور اس کی ضروریات کی ذمہ دار ہے جس کا کوئی کفیل اور ذمہ دار نہ ہو۔ اسلامی قانون کی رو سے ریاست ہر اس شہری کی وارث ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ اسلامی ریاست میں رعایا کے لیے خوراک، صحت اور اسلامی ریاست تعلیم کا مناسب انتظام کیا گیا۔ بچوں کے لیے ریاست کی طرف سے وظائف کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ دولت کی گردش اور عوام الناس تک اس کے ثمرات پہنچنا اسلام کا بنیادی معاشی اصول ہے (الحشر: 7) چنانچہ زکوٰۃ، صدقات، اموال غنیمت و فے اور دوسری مدات سے حاصل ہونے والی رقوم کو رعایا کی فلاح وبہبود اور خدمت خلق کے دیگر کاموں پر خرچ کیا گیا اور چند ہی سالوں میں یہ صورت حال ہوگئی کہ زکوٰۃ وصدقات دینے والے تو موجود تھے لیکن لینے والا کوئی نہیں تھا۔ آمدنی کے ایسے ذرائع اور طور طریقوں پر پابندی لگائی گئی جن سے ارتکاز دولت کا امکان تھا مثلاً سود، جوا، سٹہ، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری وغیرہ۔ اسلامی ریاست ہر شخص کو مناسب روزگار بھی فراہم کرے گی بصورت دیگر جب تک مناسب روزگار نہ ملے اس کی بنیادی ضروریات کی کفالت کرے گی۔ انھی اصولوں کی بنیاد پر مدینہ کی ریاست ایک اسلامی فلاحی ریاست قرار پائی۔

5:۔اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی:

اس پالیسی کا سب سے پہلا اور بنیادی ہدف یہ تھا کہ دعوت حق کو فروغ دیا جائے تاکہ تمام انسانیت صراطِ مستقیم پر گامزن ہو سکے نیز اس راہ میں جو رکاوٹیں ہیں ان کو دور کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ عرب معاشرے میں امن وامان قائم ہو اور تیسرا یہ کہ اسلامی ریاست اور امت مسلمہ کا ایک رعب اور دبدبہ عرب میں قائم ہو تاکہ کوئی دوسری قوت ان کی طرف میلی نظروں سے نہ دیکھ سکے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی خارجہ پالیسی کا مظہر تھا کہ اسلامی انقلاب اپنی حدود سے نکل کر پورے جزیرہ نمائے عرب تک پہنچ گیا اور کچھ ہی عرصے میں مغربی افریقہ میں یورپ کے ساحلوں تک اور ایشیا کے بیشتر حصوں، ہندوستان اور چین کی سرحدوں تک وسعت پذیر ہو گیا۔

6:۔تعلیم:

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ہر شہری کو مفت ابتدائی اور ضروری تعلیم فراہم کرے۔ آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل حضرت مصعب بن عمیر ؓ کو معلم بنا کر مدینہ منورہ بھیجا جس کے نتیجے میں مدینہ منورہ کو دارالہجرۃ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ مسجد نبوی میں طالبان علم کے لیے صفہ کا چبوترہ بنایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص ؓ اور حضرت عبادہ بن صامت ؓ کو کتابت سکھانے پر معمور کیا گیا۔ مختلف صحابہؓ کو مختلف زبانیں سیکھنے کی ذمہ داری دی۔ مساجد میں درس وتدریس کا انتظام کیا گیا۔ حضرت عبادہ بن صامت ؓ اس تدریسی نظام کے سربراہ مقرر کئے گئے۔ گویا وہ پہلی اسلامی ریاست کے پہلے وزیر تعلیم تھے۔ جنگ بدر کے بعض مشرک قیدیوں سے بطور فدیہ مدینہ منورہ کے دس دس بچوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دلوائی گئی۔

7:۔عصبیتِ جاہلیہ کا خاتمہ:

نبی کریم ﷺ نے اسلامی ریاست میں ہر قسم کے رنگ، نسل، زبان، جنس اور قومیت کے جاہلی تعصب کو ختم فرمایا۔ ایمان اور محبت پر مبنی مواخات کا رشتہ قائم فرمایا۔ نیز عصبیت جاہلیہ کو بھڑکانے کی سازشوں کا سدباب کیا۔

8:۔جان ومال اور ناموس کی حفاظت:

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی جان، مال اور آبرو کی حرمت بیان فرمائی اور ان کی حفاظت کے لیے ریاستی سطح پر حدود اور تعزیرات پر مبنی سزاؤں کا نظام نافذ فرمایا۔ راتوں کو مدینہ منورہ میں پہرے کا انتظام کیا گیا بعض افسران کا تقرر کیا گیا جنھیں پولیس افسران کہا جا سکتا ہے جیسے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری ؓ

9:۔لوگوں کو خلاف شریعت کوئی حکم نہ دیا جائے:

ریاست مدینہ میں قرآن وسنت کی بالادستی تھی۔ لوگوں کو پورے کے پورے دین پر عمل کرنے کے مواقع میسر تھے۔ ہر شہری کو اس بات کی ضمانت حاصل تھی کہ اس کو کسی حال میں کوئی ایسا حکم نہیں دیا جائے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت لازم آئے۔

10:۔فریاد، اعتراض اور احتساب کرنے کا حق:

اسلامی حکومت میں ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر اس کو کوئی خاص ضرورت درپیش ہے، کسی نے اس پر ظلم کیا ہے، حکومت کے کسی کارکن کے سلوک سے اس کو دکھ پہنچا ہے، یا خود اسلامی حکومت کے امیر سے اس کو کوئی شکایت ہے تو وہ اس معاملہ کو براہ راست امیر یا متعلقہ عہدیدار کے علم میں لا سکتا ہے اور اگر متعلقہ عہدیدار اس کی دادرسی نہ کرے تو بلا روک ٹوک عدالت یا احتساب کرنے والے کسی محکمہ تک لے جا سکتا ہے۔ سیدنا حضرت عمر ؓ کا دور خلافت اس حوالہ سے بہت مثالی ہے۔

11:۔عورتوں کے حقوق:

اسلامی ریاست عورتوں اور مردوں دونوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔ اس میں عورتوں کی تعلیم، تربیت، کفالت، حق ملکیت ووراثت اور دیگر حقوق کا بھرپور تحفظ کیا گیا۔ رسالت مآب ﷺ نے ان حقوق کی ادائیگی کی تلقین اور اس پر اجر وثواب کی بشارتیں عطا فرمائیں۔

12:۔غیر مسلموں کے حقوق:

اسلامی ریاست غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ غیر مسلموں کو کامل معاشی اور مذہبی آزادی حاصل ہوگی چنانچہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم وتربیت کے حق دار ہوں گے۔ البتہ انہیں کھلے عام تبلیغ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

یہ ہیں نبی کریم ﷺ کے اختیار کردہ اسلامی ریاست کے نمایاں خدوخال جس نے داخلی وخارجی سطح پر بکھرے یثرب کو دنیا کی پہلی اسلامی فلاحی ریاست میں تبدیل کر دیا۔ اس اسوہ کو اختیار کر کے ہم پاکستان کو ریاست مدینہ کی طرز پر ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا سکتے ہیں اور اسی صورت میں ہم دنیا وآخرت میں سرخرو وکامیاب ہوسکتے ہیں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است!

اسلامی ریاست اور نفاذ شریعت

انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

نفاذ شریعت، تمام رسولوں کا مقصد بعثت ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے ”بلاشبہ ہم نے بھیجا اپنے رسولوںؑ کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے نازل کیں اُن کے ساتھ کتابیں اور ترازو (نظامِ عدل) تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں“۔(الحدید:25)

نبی کریم ﷺ کا خصوصی مشن غلبہ دین بیان ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو کامل ہدایت کے ساتھ اور سچے دین کے ساتھ تاکہ وہ اِس کو غالب کر دیں کُل نظامِ زندگی پر اور چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار گزرے“ (الصف:9)

قرآن کریم میں نفاذ شریعت کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا ”اور اگر وہ قائم کرتے تورات کو اور انجیل کو اور جو کچھ بھی نازل کیا گیا اُن کی طرف اُن کے رب کی طرف سے تو یقیناً کھاتے اپنے اوپر سے بھی اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی۔ اُن میں سے ایک جماعت ہے جو کہ درمیانی راہ پر ہے اور اُن میں سے اکثر وہ ہیں جو برا عمل کر رہے ہیں“۔(المائدۃ:66)

نیز اس حوالہ سے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

”اللہ کی حدود میں سے کسی حد کا نفاذ، اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی (رحمت سے برسنے والی) بارش سے بہتر ہے“۔ (ابن ماجہ)

جبکہ شریعت کے عدم نفاذ کے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں وعید بیان کی گئی ہے کہ جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر، ظالم اور فاسق ہیں“۔ (المائدہ: آیات، 44، 45، 47) نیز اللہ کے ہاں ایسے لوگوں کا کوئی مقام نہیں جو شریعت کا نفاذ نہیں کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اے نبی ﷺ کہہ دیجیے کہ اے اہلِ کتاب! تم کسی دلیل پر نہیں ہو جب تک کہ تم قائم نہ کرو تورات کو اور انجیل کو اور جو بھی کلام تم پر نازل ہوا ہے تمہارے رب کی طرف سے۔“ (المائدۃ:68)

پاکستان میں نفاذِ شریعت کی اہمیت:

وطنِ عزیز ہونے کے ناطے پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے غور وفکر کرنا ہم پر لازم ہے، لیکن پاکستان کے بارے میں ہم پر یہ ذمہ داری اِس لیے بڑھ جاتی ہے کہ یہ وہ واحد ملک ہے جس کے قیام کی بنیاد ہی اسلام ہے۔ پاکستان کا مطالبہ کرنے والوں کی نہ زبان ایک تھی، نہ ثقافت، نہ نسل اور نہ رنگ ایک تھا۔ اُن کے درمیان واحد مشترکہ اساس صرف اور صرف اسلام کی تھی۔ بدقسمتی سے ہم نے یہاں اسلام کی طرف عملاً کوئی پیش قدمی نہیں کی، لہٰذا خلا پیدا ہو گیا جسے لسانی اور نسلی عصبیتوں سے پُر کرنے کی کوشش کی گئی جس سے قومی سطح پر نفرتیں ابھر کر سامنے آئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ 1971ء میں پاکستان دولخت ہو گیا۔ آج بھی صوبائی اور لسانی تعصبات زہر گھول رہے ہیں اور پاکستان کی سالمیت شدید خطرات سے دوچار ہے۔ اِس ملک کو بچانے کی واحد صورت پورے ملک میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا نفاذ ہے۔ پاکستان میں بسنے والے مختلف نسلوں، زبانوں اور ثقافت کے لوگ ہیں۔ اُن کو جوڑنے والی قدر صرف اسلام ہے۔ شریعت کے نفاذ ہی سے ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آئیں گی اور ہم باہم متحد ہو کر دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔

نفاذ شریعت کے حوالے سے ایک مغالطہ:

نفاذِ شریعت کے حوالے سے عام طور پر یہ مغالطہ پایا جاتا ہے کہ اِس کا مطلب صرف چور کے ہاتھ کاٹنا، زانی کو سنگسار کرنا، قاتلوں سے قصاص لینا ہے۔ بلاشبہ شریعتِ اسلامی میں مذکورہ بالا جرائم کے لیے یہ سخت سزائیں رکھی گئی ہیں تاکہ معاشرے کو اِن جرائم سے پاک کیا جائے اور ہر شہری کی جان، آبرو اور مال کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ لیکن اسلامی نظام میں سزاؤں کی حیثیت ثانوی درجہ کی ہے۔ نفاذِ شریعت کا اصل حاصل ہے ایک عادلانہ اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آ جائے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جرائم کا سرزد ہونا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ عادلانہ معاشرے کا مطلب یہ ہے کہ تمام شہریوں کو ایک ہی جیسی تعلیمی، طبی اور دیگر بنیادی ضروریات فراہم کی جائیں، اُنہیں تمام بنیادی حقوق حاصل ہوں اور اُن کے لیے فوری، سستا اور بے لاگ انصاف یقینی بنایا جائے۔ معاشرے میں کفالت عامہ کا ایسا بندوبست ہو اور ضروریات کی فراہمی اِس حد تک کر دی جائے کہ جرائم کے ارتکاب کا امکان ہی نہ رہے۔ پاکیزہ معاشرہ سے مراد یہ ہے کہ تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ تعلیم و تربیت اور وعظ و تبلیغ کا مؤثر انتظام ہو۔ معاشرے میں رائے عامہ کو جرائم کے خلاف اِس حد تک تیار کر دیا جائے کہ معاشرے کا اجتماعی ضمیر جرائم کو برداشت ہی نہ کرے اور اِن کے مرتکب سے نفرت کرے۔ اِس کے ساتھ ساتھ ایسے تمام اسباب کا قلع قمع کر دیا جائے جو ان جرائم کی تحریک پیدا کرنے اور ان کی ترغیب و تحریص دلانے والے ہوں۔ گویا معاشرتی زندگی میں ایسی رکاوٹیں پیدا کر دی جائیں کہ اگر کوئی شخص ان جرائم کا ارتکاب کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکے۔ اِن سب کے بعد اگر پھر بھی کوئی شخص اِس طرح کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تب اُسے سخت سزا دی جاتی ہے۔ اسلامی نظام کا مطلب محض سزاؤں کا نفاذ سمجھنا اور اِس نظام کی اصل شان یعنی عادلانہ اور پاکیزہ معاشرہ کے قیام کی طرف توجہ نہ کرنا، بہت بڑا مغالطہ ہے۔

پاکستان میں نفاذ شریعت کے ضمن میں کاوشوں کا جائزہ:

(1) پاکستان میں نفاذِ شریعت کی طرف پہلی پیش رفت 12 مارچ 1949ء کو قراردادِ مقاصد کی منظوری کے ذریعے ہوئی۔

(2) 1951ء میں مختلف فقہی مکاتبِ فکر کے 31 جید اور سربرآوردہ علماء کا ملکی دستور کو اسلامی بنانے کے لیے بائیس بنیادی نکات پر کامل اتفاق ہو گیا۔ آج بھی ان نکات کو بنیاد بنا کر پورے ملک میں شریعت کا نفاذ کیا جا سکتا ہے۔ اِن نکات میں معاشرے کو عادلانہ اور پاکیزہ بنانے کے لیے نہایت عمدہ سفارشات ہیں۔

دستورِ اسلامی کے بائیس متفقہ نکات دستور کی اساسات:

(1) اصل حاکم تشریعی وتکوینی حیثیت سے اللہ رب العزت ہے۔

(2) ملک کا قانون کتاب وسنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جائے گا نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جائے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

(3) یہ ملک کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ اُن اصول ومقاصد پر مبنی ہوگا جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطۂ حیات ہے۔

تعلیم وتربیت:

(4) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ قرآن وسنت کے بنائے ہوئے معروفات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائرِ اسلامی کے احیاء واعلاء اور مسلمہ اسلامی فرقوں کو اُن کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری تعلیم کا انتظام کرے۔

(5) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتۂ اتحاد واخوت کو قوی سے قوی تر کرے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیتِ جاہلیہ کی بنیاد پر نسلی، لسانی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملت اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے۔

شہری حقوق:

(6) مملکت بلا امتیاز مذہب ونسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کی انسانی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہوگی جو اکتسابِ رزق کے قابل نہ ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری، بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعیٔ اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

(7) باشندگانِ ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعتِ اسلامیہ نے اُن کو عطا کیے ہیں۔ یعنی حدود وقانون کے اندر تحفظِ جان ومال وآبرو، آزادیٔ مذہب ومسلک، آزادیٔ عبادت، آزادیٔ ذات، آزادیٔ اظہارِ رائے، آزادیٔ نقل وحرکت، آزادیٔ اجتماع، آزادیٔ اکتسابِ رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی اداروں سے استفادے کا حق۔

(8) مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کے سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمیٔ موقع صفائی و فیصلہ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

(9) مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدود وقانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ اُنہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ اُن کے شخصی معاملات کے فیصلے، اُن کے اپنے فقہی مذاہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا کہ اُن ہی کے قاضی یہ فیصلے کریں۔

اقلیتوں کے حقوق:

(10) غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو حدود وقانون کے اندر مذہب وعبادت، تہذیب وثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی ہوگی اور اُنہیں اپنے شخصی معاملات کے فیصلے اپنے مذہبی قانون یا رسم ورواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

(11) غیر مسلم باشندگانِ مملکت سے حدودِ شرعیہ کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہوں، اُن کی پابندی لازمی ہوگی اور جن حقوقِ شہری کا ذکر دفعہ نمبر 7 میں کیا گیا ہے، اُن میں غیر مسلم باشندگان ملک اور مسلم باشندگان ملک برابر کے شریک ہوں گے۔

سربراہِ ریاست کا نصب وعزل اور حقوق وفرائض:

(12) رئیسِ مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین، صلاحیت اور اصابتِ رائے پر جمہور یا اُن کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

(13) رئیسِ مملکت ہی نظمِ مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا۔ البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جز کسی فرد یا کسی جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

(14) رئیسِ مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں شورائی ہوگی، یعنی وہ ارکانِ حکومت اور منتخب نمائندگانِ جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے گا۔

(15) رئیسِ مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دستور کو کلاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

(16) جو جماعت رئیسِ مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی وہی کثرتِ رائے سے اُسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

(17) رئیسِ مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔

آزاد عدلیہ:

(18) محکمۂ عدلیہ، محکمۂ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔

(19) ارکان وعمالِ حکومت اور شہری کے لیے ایک ہی قانون وضابطہ ہوگا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اُسے نافذ کریں گی۔

انتشار کا سدِّ باب:

(20) ایسے افکار ونظریات کی تبلیغ واشاعت ممنوع ہوگی جو مملکتِ اسلامی کے اساسی اصول ومبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

(21) ملک کے مختلف ولایات واقطاع، مملکت واحدہ کے اجزاء انتظامی متصور ہوں گے۔ اُن کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں بلکہ انتظامی علاقوں کی ہوگی، جنہیں انتظامی سہولتوں کے پیش نظر مرکزی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا، مگر اُنہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(22) دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

(ہفت روزہ الاعتصام گوجرانوالہ

9 رفروری 1951ء)

دستورِ پاکستان کو عملاً اسلامی

بنانے کے لیے مجوزہ ترامیم

(1) پورے دستور میں جہاں بھی کوئی شے دستور کی دفعہ 2۔الف (قراردادِ مقاصد) کے منافی ہے، اِسے خارج کر دیا جائے یا صراحتاً قراردادِ مقاصد کے تابع کیا جائے۔

(2) دفعہ 2 ہی میں شق (ب) کا اضافہ کیا جائے کہ: پاکستان میں وفاقی، صوبائی، ضلعی کسی بھی سطح پر کوئی قانون سازی کلی یا جزوی طور پر کتاب وسنت کے منافی نہیں کی جا سکے گی۔

(3) دستور کی دفعہ 203 (ب) کی ذیلی شق (ج) کے ذریعہ فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرۂ کار سے جو استثناء دستورِ پاکستان، مسلم پرسنل لاء اور جوڈیشل لاز کو دیا گیا ہے اُسے ختم کیا جائے۔

(4) وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی شرائطِ ملازمت کو ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کی طرح مستحکم بنایا جائے تاکہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہر قسم کے دباؤ سے مکمل طور پر آزاد ہوں۔

("نفاذِ شریعت کیا، کیوں اور کیسے؟" از انجینئر نوید احمد ﷫)

حدود اور سزاؤں کا اسلامی تصور

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالباری حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالباری بن عواض ثبیتی حفظہ اللہ نے مسجد نبوی میں 28 ربیع الاوّل 1437 کا خطبہ جمعہ ''حدود اور سزاؤں کا اسلامی تصور'' کے موضوع پر ارشاد فرمایا۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے انسانیت کو شریعت اور حدودِ الٰہی کی صورت میں نعمتوں سے نوازا، میں اٹھتے بیٹھتے اور سجدوں میں اسی کے لیے حمد و شکر بجالاتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں وہ یکتا ہے، وہی بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے، میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کو قیامت کے دن سب لوگوں پر گواہ بنائے گا، اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آخرت کے دن تک رحمتیں نازل فرمائے۔

میں اپنے آپ اور تمام سامعین کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

''ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے کماحقُّہٗ ڈرو، اور تمہیں موت آئے تو صرف اسلام کی حالت میں۔'' (آل عمران: 102)

شریعت اسلامیہ کی بنیاد حکمت اور انسانیت کی دنیاوی و اخروی خیر و بھلائی پر ہے، اسلامی شریعت سراپا عدل و رحمت اور خیر و حکمت ہے۔

شریعتِ اسلامیہ انسانیت کے مابین عدل، تمام مخلوقات کے لیے رحمتِ الٰہی، اور اہل زمین کے لیے سایہ الٰہی ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے دلائل رونما ہوتے ہیں اور لوگوں کے لیے ذریعۂ نجات اور دھرتی کے لیے دوام کا باعث ہے۔

انسانی زندگی اُسی قانون کے تحت پُرسکون ہوگی جس کا تعلق شریعت اسلامیہ سے ہوگا، اور جس میں اسلامی قانون کا نفاذ ہوگا۔

اگر امت شریعت پر کاربند رہے تو نکتہ چینی کرنے والوں سے بات کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی، نیز راہِ ہدایت سے روکنے والے اور گمراہی میں اوندھے گرنے والوں سے متاثر بھی نہیں ہوگی؛ کیونکہ مسلمان تو اپنے منہج پر ثابت قدم رہ کر آگے بڑھتا ہے، اور اسی پر قائم رہتا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

''ہم نے ہر ایک امت کے لیے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا جس کو انہوں نے اپنایا ہوا ہے، لہٰذا انہیں اس بارے میں تنازعہ کھڑا نہیں کرنا چاہیے، آپؐ اپنے رب کی طرف دعوت دیں، بلاشبہ آپؐ ہی راہ راست پر ہیں۔ اور اگر پھر بھی تنازعہ کھڑا کریں تو آپؐ کہہ دیں: اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب تر واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اختلافی امور میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔'' (الحج: 67 تا 69)

شریعت اسلامیہ کے اہم ترین مقاصد میں یہ شامل ہے کہ فائدہ زیادہ سے زیادہ ہے جبکہ نقصان کم سے کم ہو، اس دھرتی کی عدل اور امن و سلامتی کی بنیاد پر آباد کاری ہو، اور نظریاتی حدود سمیت پورے معاشرے کی حفاظت کی جائے۔

شریعت اسلامیہ کا درخشاں پہلو یہ بھی ہے کہ شریعت کے تمام احکامات، حدود اور تعلیمات حسن و خوبی پر مبنی ہیں؛ کیونکہ یہ شریعت ہے ہی حسن و خوبی والی ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے حسن و خوبی کو لازم قرار دیا ہے۔''

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴾ ''(عمل کرتے ہوئے) حسن و خوبی اپناؤ، بیشک اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔'' (البقرہ: 195)

ایک مقام پر فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ﴾ ''بیشک اللہ تعالیٰ عدل اور اچھے انداز سے کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔'' (النحل: 90)

اور ان خوبیوں کی حامل شریعت کو حکمت و خبر رکھنے والے اللہ تعالیٰ نے بہترین امت کے لیے نازل فرمایا ہے۔ شریعت کی وجہ سے ہی ہمیں آسودگی میسر ہوگی، ہم خوش حال ہوں گے۔ ہمیں امن و سلامتی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمینی خزانوں کے انبار لگا دے گا۔ فرمایا:

﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِہِمۡ ؕ﴾ ''کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو پُرامن بنایا حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگوں کو لوٹ لیا جاتا ہے۔'' (العنکبوت: 67)

نفاذ شریعت اور حدود لاگو کرنے سے ملکی امن کو تحفظ ملتا ہے، اور لوگوں کو آسودگی و اطمینان میسر آتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی احسان اور فضل ہے، ہم ظاہری اور باطنی ہر انداز سے اسی کی حمد و ثنا بجالاتے ہیں۔

شریعتِ الٰہی کا نفاذ ہی پُرسکون زندگی کا واحد ذریعہ ہے، اس سے مثبت سرگرمیاں پھلتی پھولتی ہیں، سب خوشحال ہوتے ہیں، وقار اور دفاع مضبوط ہوتا ہے، نیز شریعتِ الٰہی کا نفاذ قومی وسائل کے لیے تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔ نفاذِ حدود اسلام کی سربلندی، امت کے غلبے اور قوت کا باعث ہے۔

یہ بات کسی کے ذہن سے اوجھل نہیں رہنی چاہیے کہ نفاذِ شریعت اور احکامِ شریعت لاگو کرنے سے پوری امت افراتفری اور تباہی سے محفوظ ہوگی، معاشروں میں بگاڑ پیدا نہیں ہوگا، اس کے لیے ترقی کے راستے میں رکاوٹ بننے والے بیوقوف، مجرم اور فسادی طبع لوگوں کو روکنا ہوگا، آپ ﷺ نے پورے معاشرے کو سمندر میں چلتی ایک کشتی سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر ساحل تک پُرامن انداز سے پہنچنا چاہتے ہو تو کشتی میں سوراخ کرنے والوں کو روکنا ہوگا۔

شریعت نے جرائم کا علاج جرائم رونما ہونے سے پہلے ہی حکمت، وعظ و نصیحت، ترغیب و ترہیب، احیائے ضمیر، اور اللہ کا خوف دلوں پیدا کر کے کیا ہے۔

اس دین کی عظمت دیکھیں کہ اس کی طرف سے نافذ کی جانے والی حدود بھی عدل و انصاف پر مبنی ہیں، ہر گناہ اور غلطی کی نوعیت اور حقیقت کے مطابق اس کی سزا مقرر کی۔

چنانچہ شریعت نے جہاں نرمی کی ضرورت تھی وہاں نرمی برتی اور جس جگہ پر سختی کی ضرورت تھی وہاں سختی اپنائی، لہٰذا دعوت و اصلاح کے لیے نرمی اور شفقت بھرا انداز اپنایا، اگر یہ بلا سود ثابت ہوں، انسان سر چڑھتا جائے تو اس کے ساتھ سختی بھی اپنائی اور اس بارے میں ایسے اقدامات کیے جو گناہ ترک کرنے اور غلطی تسلیم کرنے

پر مجبور کر دیں۔

یہی وجہ ہے کہ دہشت گردوں اور فسادیوں کی سزا سخت ترین اور عبرتناک ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

’’جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ سے اعلان جنگ کریں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا صرف یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔‘‘ (المائدۃ:33)

اور کوئی بھی عقل مند شخص اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ سزا میں سختی کا پہلو لازمی ہونا چاہیے۔

شریعت اور عقل دونوں کی یکساں رائے کے مطابق ایسے اعضا کو کاٹ کر جدا کر دیا جاتا ہے جو خرابی کا باعث بنے، فتنہ پرور ہو، ہیجان پرداز ہو، اس کی حرکتوں سے شرانگیزی پھیلے، امن وامان مخدوش ہوں، اور اس کے مزید باقی رہنے سے انفرادی اور معاشرتی نقصانات سامنے آئیں۔

سزاؤں کے بارے میں زبان درازی کرنے والے حقیقت میں مجرم سے اظہار ہمدردی تو کرتے ہیں لیکن پورے معاشرے کے حقوق نظرانداز کر دیتے ہیں۔ وہ مجرم پر شفقت تو کرتے ہیں لیکن جرم سے متاثر شخص کو بھول جاتے ہیں، وہ سزا کو دیکھتے ہیں لیکن مجرمانہ گھٹیا حرکت سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

ان سزاؤں سے اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور اس کی حکمت کا پتہ چلتا ہے؛ کیونکہ یہ سزائیں مفاد عامہ کے حصول اور امن وامان برقرار رکھنے کی ضامن ہیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ ’’اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔‘‘ (البقرۃ:179)

یعنی ہمہ قسم کی زندگی ہے، چنانچہ معصوم جانوں کو زندگی بخشی اس کے لیے معصوم جانوں کا قتل حرام قرار دیا، املاک کو زندگی بخشی اس کے لیے کسی کا حق غصب کرنے سے روکا، عزت آبرو کو زندگی بخشی کہ ہتک عزت حرام قرار دی۔ حدود شریعت کا حصہ ہیں، ان کی وجہ سے ہر شخص کی انفرادی خوشیوں کو تحفظ ملتا ہے، اور پورے معاشرے میں امن وامان قائم ہوتا ہے، لہٰذا منہج الٰہی پر چلنے والوں کو حدود اللہ کی وجہ سے مستحکم اور پرسکون زندگی ملتی ہے۔

حدود کی وجہ سے معاشرے کو طیش مزاج لوگوں اور گھٹیا حرکتوں سے تحفظ ملتا ہے، کینہ پرور لوگوں کی دسیسہ کاریوں کے لیے راستے بند ہوتے ہیں، اور انتہا پسند فکر زمین دوز ہوتی ہے، منحرف لوگوں کو راہِ اعتدال ملتی ہے، جس سے خطرات وخدشات میں خاطر خواہ کمی واقع ہوتی ہے۔

حدود کو شریعت کا حصہ اس لیے نہیں بنایا گیا کہ دل کی بھڑاس نکالی جائے، انتقام لیا جائے، اور مجرموں کو اذیت دی جائے، بلکہ حدود کے مقاصد اور اہداف بہت عظیم ہیں، ان مقاصد میں یہ شامل ہے کہ پورے معاشرے کے لیے بڑے اہداف حاصل کیے جائیں اور وہ ہیں: دین، جان، عقل، مال اور عزت آبرو کی حفاظت۔

حدود اصل میں جرائم کی جانب مائل لوگوں پر رحمت وشفقت کا اظہار ہیں، حدود کے ذریعے انہیں جرائم سے روکا جاتا ہے، چنانچہ سزا دیکھ کر مجرم اپنے ارادے تبدیل کر لیتے ہیں، حدود کی وجہ سے جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں کو بھی جرائم سے دور رہنے کا سبق براہِ راست ملتا ہے۔

امت کے حالات قابو میں رکھنے کے لیے حدود کا نفاذ اصل میں مجرموں کے ساتھ رحمت وشفقت ہے، تبھی تو تعمیر وترقی کا پہیہ رواں دواں رہے گا، اور بدعنوان وشرانگیز عناصر کو اپنے انجام کا بھی علم ہوگا۔

جن لوگوں کو مجرم کے جرم سے دلی صدمے پہنچے ہوتے ہیں انہیں حدود کے نفاذ سے قلبی سکون ملتا ہے، نیز جرائم سے متاثر ہونے والے لوگوں میں دہشت کی جگہ امن وسکون سرایت کر جاتا ہے۔

حدود کے نفاذ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت، فضل، اور خیر وبھلائی حاصل ہوتی ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’اگر بستی والے ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں تو ہم ان پر آسمان وزمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیں۔‘‘ (الاعراف:96)

عجیب وغریب باتیں اور بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر ردعمل ظاہر کرنے والے لوگ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے یہ ردعمل فرقہ واریت میں غرق لوگوں کی جانب سے فتنہ پروری کا ایک انداز ہے، وہ ہمارے ملک کی خوشحالی اور استحکام کو مٹانا چاہتے ہیں، حقیقت میں ایسی باتیں کرنے والے ہی دہشت گردی کی بنیاد، منبع اور جڑ ہیں، سادہ لوح لوگوں کو جھوٹے دعووں سے اپنا اسیر بناتے ہیں، جن زرق برق نعروں کا حقیقت سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے بڑے زور وشور سے لگاتے ہیں، مزید دسیسہ کاریوں کے لیے کمزور نظریات کے حامل لوگوں کو خرید کر انہی کے معاشروں میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔

پورا عالم اسلام ان کی فتنہ پرور اور تخریبی کارروائیوں سے بخوبی آگاہ اور واقف ہے، تمام مسلمان ان کی حرکتوں سے نمٹنے کے لیے مکمل طور پر متحد، شانہ بشانہ، اور چاق وچوبند ہیں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: ’’جب تم کسی شخص کو متفقہ طور پر اپنا سربراہ تسلیم کر لو اور ایسے میں کوئی آکر تمہاری متفقہ رائے کو مخدوش کرنا چاہے، یا تم سے الگ ہو کر اتحاد کو سبوتاژ کرے تو اسے قتل کر دو۔‘‘ (مسلم)

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے قرآن مجید کو بابرکت بنائے، مجھے اور آپ سب کو قرآن مجید سے مستفید ہونے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلم ممالک کو اپنی حفاظت میں رکھے، اور انہیں ہمہ قسم کے شر وفساد سے بچائے۔ ۞۞۞

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(12 تا 20 اگست 2021ء)

جمعرات (12 اگست 2021ء) کو امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (13 اگست 2021ء) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ دو پالیسی اسٹیٹمنٹ ریکارڈ کرائے۔

اتوار (15 اگست 2021ء) ڈاکٹر ضمیر اختر خان کے گھر پر منعقد ہونے والی کلاسز میں کچھ نوجوانوں سے آدھ گھنٹہ آن لائن گفتگو رہی۔

جمعہ (20 اگست 2021ء) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں اجتماع جمع سے خطاب کیا۔ میلبورن (آسٹریلیا) کے ایک اسلامک سنٹر کے زیر اہتمام ’’شہادت‘‘ کے حوالے سے ایک پروگرام میں آن لائن خطاب فرمایا۔

اس کے علاوہ معمول کی مصروفیات رہیں۔ نیز نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

اسلامی سزائیں عادلانہ ہیں!

محترم حافظ عاکف سعید

اسلام کے عدالتی نظام کا ایک اہم حصہ اسلامی سزائیں ہیں۔ انہیں حدود وتعزیرات کہا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں بڑھتی ہوئی لاقانونیت، قتل، چوری اور ڈکیتی کی وارداتوں اور دیگر جرائم کا خاتمہ اسلامی سزاؤں کے نفاذ ہی سے ممکن ہے۔ اگر ہم فی الواقع عدالتی نظام کو منصفانہ، اور اِس کے ذریعے انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا چاہتے ہیں، تو پھر اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم حدود اللہ کو نافذ کریں۔ بدقسمتی سے وطنِ عزیز پر ایسے لوگ حکمران رہے، اور اب بھی حکمرانی کر رہے ہیں، جو اسلامی سزاؤں کے بارے میں گمراہ کن خیالات رکھتے ہیں۔ یہ لوگ حدود کو ہرگز نافذ نہیں کرنا چاہتے۔ صدر پرویز مشرف نے ایک موقع پر کہا تھا، کیا میں چوری کی سزا (قطع ید) نافذ کر کے اپنی قوم کو ٹُنڈا بنا دوں۔ بے نظیر بھٹو تو یہاں تک کہہ چکی ہے کہ اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں۔ یہ اندازِ فکر، فکر کی کجی اور شریعت سے انحراف کا مظہر ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی سزائیں ہرگز وحشیانہ نہیں، بلکہ عادلانہ ہیں۔ انہی کے نفاذ سے عدل وانصاف کی فراہمی اور امن وامان کا قیام ہوسکتا ہے۔

سزاؤں کے بارے میں دنیا میں دو طرح کے تصورات پائے جاتے ہیں۔ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ مجرموں کو سخت ترین سزا دی جائے، اسی سے عدل وانصاف قائم ہوگا۔ دوسرا تصور یہ ہے کہ مجرم نفسیاتی مریض ہوتا ہے، اُسے سزا نہیں دینی چاہیے، بلکہ اُس کا علاج کیا جانا چاہیے تاکہ وہ جرم سے باز رہے۔ اور اگر بالفرض کبھی سزا دینی بھی پڑے تو یہ سرعام نہ ہو کہ اس سے اُس کی عزت نفس مجروح ہوگی، بلکہ یہ کسی کال کوٹھری میں دی جائے۔

سزاؤں کے متعلق اِن دو نقطہ ہائے نظر کے پیچھے دو مختلف فلسفے پائے جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو سخت ترین سزا کی بات کرتے ہیں، اُن کے نزدیک قوم کے مفاد کو ترجیح دی جانی چاہیے اور قوم کا مفاد اِسی میں ہے کہ غلط کار کو سخت سزا دی جائے، تاکہ وہ غلط روی سے باز آئے۔ اس کے مقابلے میں دوسرا گروہ جو سزا کا مخالف ہے، اُس کے نزدیک فرد کا مفاد معاشرے کے مفاد پر مقدم ہے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں نقطہ ہائے نظر دو انتہاؤں پر نظر آتے ہیں۔ ایک فرد کے مفاد کو ترجیح دیتا ہے، اور دوسرا اجتماعیت کو اولیت دیتا ہے۔ اسلام اِن دونوں کے درمیان اعتدال کا راستہ دکھاتا ہے۔ وہ فرد اور جماعت دونوں کے مفادات کا پورا پورا لحاظ رکھتا ہے۔ اُس کی تعلیم یہ ہے کہ فرد کی اصلاح پر بھی پوری توجہ دی جائے، تاکہ وہ جرائم کی طرف مائل ہی نہ ہو اور ایک منظم اصلاحی سکیم کے باوجود اگر وہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، تو پھر وہ کسی رورعایت کا حقدار نہیں، اُسے سزا ملنی چاہیے۔ تاکہ اُس کی غلط روی سے معاشرہ تباہی سے دوچار نہ ہونے پائے۔

فرد کی اصلاح اور درستگی کے لئے نماز جمعہ کا نظام دیا گیا ہے۔ یہ پبلک ایجوکیشن کا ذریعہ ہے۔ اس کا مدعا قرآن وسنت کی تعلیمات کے ذریعے لوگوں میں خداخوفی، تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ انہیں معروفات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دلانا اور اُن میں منکرات اور برائیوں سے نفرت پیدا کرنا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا شعور پیدا کرنا، اور قانون کے احترام کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔ تاکہ وہ اللہ کی نافرمانی، لوگوں کی حق تلفی اور قانون شکنی کی جانب مائل نہ ہوں، بلکہ صلاح اور خیر کے راستے پر گامزن ہوں۔ معاشرہ کے اجتماعی شعور میں یہ بات آجائے کہ ہر آدمی یہ سمجھے کہ اُس نے اللہ کی بندگی کرنی ہے، اور ظلم وزیادتی، حق تلفی اور قانون شکنی سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

امریکہ میں آج جیلوں میں اسلام کو پھیلایا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ اُن کی اسلام سے محبت نہیں، بلکہ یہ جذبہ ہے کہ اسلامی نظریے پر عمل پیرا ہو کر مجرم جرائم سے بچ جائیں گے۔ اور اُن کے ملک میں امن وامان کی صورت حال بہتر ہو سکے گی۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کے نتیجے میں جو لوگ مشرف بہ اسلام ہو کر جیلوں سے باہر آتے ہیں، اُن میں دوبارہ جرائم کرنے کی شرح بہت کم ہوتی ہے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے۔ انہیں یقین ہو گیا ہے کہ منشیات کے عادی افراد کو اربوں ڈالر خرچ کر کے بھی وہ منشیات چھوڑنے پر آمادہ نہیں کر سکتے، دنیا کی موثر ترین پولیس رکھنے کے باوجود بھی وہ جرائم پر قابو نہیں پا سکتے۔ اِس کے مقابلے میں انہیں دکھائی دیتا ہے کہ جیسے ہی کوئی نوجوان یا بے راہ روشہری اسلام یا کوئی اور مذہب قبول کر کے اُس کی تعلیمات پر عمل کرنے لگتا ہے تو منشیات کا استعمال بھی ترک کر دیتا ہے، جرائم کی دنیا سے بھی منہ موڑ لیتا ہے اور شراب بھی پینا چھوڑ دیتا ہے۔ گویا ہلدی لگے، نہ پھٹکڑی رنگ بھی چوکھا آئے۔ چنانچہ وہاں یہ خیال پیدا ہو چکا ہے کہ اگر مذہب سماجی تنظیم کے سلسلے میں مدد دے سکتا ہے، تو اِس کی اِس حد تک افادیت کو تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے فروغ سے ہم قانون کی بالادستی اور امن امان کے قیام کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

بہرحال نظام جمعہ کے ذریعے اسلام لوگوں میں نیکی وتقویٰ کی سپرٹ پیدا کرنا، اور اخلاقی قوت کو ترقی دینا چاہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((بعثت لاتمم حسن الاخلاق)) (موطا امام مالک)

”مجھے اِس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ حسن اخلاق کی تکمیل کروں۔“

ہمارے دین میں اخلاق کی بہت اہمیت ہے۔ فرمایا گیا کہ تم میں سے اچھا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے زیادہ اچھا ہے۔ اور اخلاق میں محض یہ بات شامل نہیں کہ آدمی دوسروں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے، بلکہ اِس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ اِس میں وہ تمام معاملات آتے ہیں کہ جن کا تعلق بندگان خدا سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر امانت داری، ایفائے عہد، ہمدردی، غمگساری، حق گوئی، راست بازی، تعاون وخیرخواہی، لین دین میں شفافیت وغیرہ۔ اگر اسلامی اخلاقیات کی پیروی کی جائے، تو انسان حق تلفی اور ظلم وزیادتی سے بچا رہتا ہے۔ وہ معاشرے کے ایک باشعور فرد کی حیثیت سے قانون کی پاسداری کرتا ہے۔ تقویٰ اور خداخوفی کی صفت اسے گناہوں اور جرائم سے بچاتی ہے۔ کیونکہ جب کسی فرد میں تقویٰ پیدا ہو جائے، تو وہ اس یقین اور شعور سے بہرہ مند ہوتا ہے کہ میں ہر وقت اللہ کی نگاہوں میں ہوں۔ وہ میرے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ میں کوئی بُرا عمل خواہ کتنا ہی چھپ کر کروں، وہ اُس سے مخفی نہیں ہوسکتا۔ اگر تقویٰ کی یہ صفت پیدا نہ ہو، تو معاملات کی درستگی، حقوق کی ادائیگی اور قانون کے احترام کا سچا جذبہ بیدار نہیں ہوسکتا۔ کچھ عرصے پہلے کی بات ہے کہ نیویارک شہر میں بجلی کے نظام میں خرابی واقع ہوئی۔ لائٹ چلی گئی۔ اب کیا ہوا، قانون پسند اور مہذب کہلانے والے شہری درندگی اور حیوانیت پر اُتر آئے۔ اور انہوں نے وہ جرائم کئے کہ جن سے انسانیت شرما جائے۔ اس کی وجہ یہی

ہے کہ وہ خدا خوفی جس کی تعلیم اسلام دیتا ہے، موجود نہ تھی۔

اسلام اپنی اصلاحی اسکیم کے ساتھ ساتھ ایک ایسا اجتماعی ماحول پیدا کرتا ہے کہ جس میں نیکی کرنا آسان ہو، اور گناہ کے تمام راستے بند ہوں۔ انسان کے جملہ داعیات کی مناسب تسکین ہو۔ اُس کو بنیادی ضروریات زندگی میسر آئیں۔

اگر کوئی شخص جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجتماعی ماحول اور سوسائٹی کے حُسن کو برباد کر دینا چاہتا ہے۔ اُسے معاشرے میں فساد اور فتنہ انگیزی کو عام کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ معاشرے کے مفاد کو ایک فرد کے مفاد کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا جائے۔ ایسے شخص کو اُس کی جرم کی سزا دی جائے، اور یہ سزا بھی سرعام ہو، تا کہ دوسرے لوگ بھی اِس سے عبرت حاصل کریں۔

البتہ کسی شخص کو سزا دینے میں سب سے اہم بات جو بہرصورت پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، یہ ہے کہ سزا محض شک کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ ٹھوس شواہد کی بنیاد پر ہو۔ جب تک پورے طور پر جرم ثابت نہ ہو جائے، ملزم کو سزا نہیں ملنی چاہیے۔ اسلام نے اصول عطا کیا ہے کہ سینکڑوں گناہ گار چھوٹ جائیں، تو کوئی حرج نہیں، مگر ایک بھی بے گناہ کو سزا نہیں ملنی چاہیے، کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ عدل کا خون ہے۔ بہرحال جب جرم ثابت ہو جائے تو مجرم پر اللہ کی حد نافذ کی جائے، اور کوئی نرمی اور رافت اِس معاملے میں آڑے نہ آئے۔ اور یہ سزا ایسے دی جائے کہ لوگ اس کا مشاہدہ کریں۔ سورۂ نور کی آیت 2 میں جہاں غیر شادی شدہ زانی کی سزا کا حکم آیا ہے، فرمایا:

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب اُن کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو۔ اور اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرعِ خدا میں تمہیں اُن پر ہرگز ترس نہ آئے اور چاہیے کہ اُن کی سزا کا وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔''

اس آیت میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا کے حکم دیا گیا، اور اس ضمن میں دو اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اگر تمہیں اللہ پر یقین ہے تو اللہ کے احکام وحدود کو جاری کرنے میں کوئی بھی رحم اور رافت کا جذبہ آڑے نہ آئے۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر اُس کو سزا نہ دو، یا سزا میں کمی کرنے لگو۔ خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے اور وہ تم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اُس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم، مجموعی طور پر معاشرے کے حق میں حکمت ورحمت سے خالی نہیں ہوتا۔ لہٰذا اُسے نافذ کرو۔ معاشرے کا مفاد اور صلاح اِسی میں مضمر ہے۔

ذرا غور کیجیے، حدود اللہ کے نفاذ کے ضمن میں سیرت النبی ﷺ کا یہ واقعہ کس قدر ایمان افروز ہے، اور قانون کی بالادستی اور اسلامی مساوات کا مظہر ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے۔ ''مخزومی عورت کی چوری کرنے سے (اور اُس پر چوری کی حد نافذ کرنے کے معاملے میں) قریش کو فکر پیدا ہوئی۔ انہوں نے کہا: کون ہے جو اس باب میں جناب رسول اللہ ﷺ سے کہے (یعنی سفارش کرے)؟ لوگوں نے کہا: اتنی جرأت تو کسی میں نہیں، البتہ اُسامہ ؓ جو جناب رسول اللہ ﷺ کا چہیتا ہے، وہ کہے تو کہے۔ (کیونکہ اسامہ ؓ، زید ؓ کے بیٹے تھے اور زید ؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے لے پالک بیٹے تھے) آخر اُسامہ ؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہا یعنی فاطمہ کی سفارش کی۔ آپ ؐ نے فرمایا: اے اُسامہ ؓ کیا تو اللہ تعالیٰ کی حد کے معاملے میں سفارش کرتا ہے؟ پھر آپ ؐ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا، اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ انہی کرتوتوں سے تباہ ہوئے۔ جب کوئی طاقتور آدمی ان میں چوری کرتا تو اُس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی ناتواں (بے وسیلہ) ایسا کرتا تو اُس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ ؓ محمد ﷺ کی بیٹی بھی چوری کرے تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔'' (رواہ مسلم)

دوسری بات یہ کہ سزا انتہائی میں نہیں ہونی چاہیے، مسلمانوں کے مجمع میں دی جانی چاہیئے، کیونکہ اس میں دیکھنے والوں کے لئے بھی عبرت پذیری کا سامان موجود ہوتا ہے۔ اگر اُن میں سے کسی کے دل میں بُرائی اور گناہ کا خیال ہوا تو اِس سے وہ رفع ہو جائے گا۔

آج ہمارے معاشرے میں جرائم عام ہیں۔ اخبارات میں آئے روز قتل، ڈاکے، عصمت دری کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بات پر پورے کے پورے خاندان موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں۔ اگر کسی علاقے میں ایک شخص نے کسی جاگیردار یا وڈیرے کے خلاف کوئی بات کہہ دی، تو اُس کے غنڈے اُس شخص کے پورے خاندان کو ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔ اور پھر اُن کی نعشوں پر بھنگڑے ڈالتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی غریب مضارع کی بیٹی کو اُٹھا لیا جاتا ہے، اوباش درندے اُس کی آبروریزی کرتے ہیں، مگر کوئی نہیں جو انہیں لگام ڈال سکے، اس درندگی پر کڑی سزا دے۔ انہیں کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ ظلم وانارکی اور درندگی کی انتہا ہے۔ اِس کے خاتمہ کی واحد صورت یہی ہے کہ اسلامی سزائیں نافذ کر دی جائیں۔ ایسے لوگوں کو پکڑ کر سرعام چوراہوں میں لٹکا دیا جائے۔ جرائم خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

سیکولر ذہن رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ یہ سزائیں چودہ سو سال پہلے کی بات ہے، زمانہ بدل گیا ہے انہیں آج نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل یہ اُن کی سوچ کی کجی ہے، اور شریعت سے انحراف پر مبنی اندازِ فکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی حدود اور اسلام کے اصول واحکام آج بھی اُسی طرح واجب التعمیل ہیں جیسے چودہ سو سال پہلے تھے۔ کیونکہ جیسے پیغمبر اسلام ﷺ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے، اِسی طرح آپ کا لایا ہوا دین اور نظامِ زندگی بھی تمام زمانوں کے لئے ہے۔ موجودہ دور میں طالبان نے شریعت اور حدود کے کامیاب عملی نفاذ سے اِس حقیقت کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔ طالبان نے اگرچہ ابھی پورے طور سے اسلامی نظام نافذ نہیں کیا تھا، وہ ابھی اِس جانب پیش قدمی کر رہے تھے، تاہم جس حد تک انہوں نے اسلام نافذ کیا اور اسلامی حدود کو قائم کیا، اس کی برکات اور خوشگوار نتائج ظاہر ہوئے، جنہوں نے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ افغانستان میں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر رہ گئی، عصمتیں محفوظ ہو گئیں، چوری اور ڈکیتی کا خاتمہ ہو گیا، قتل و غارت کا سلسلہ تھم گیا اور مکمل امن وامان قائم ہو گیا۔ طالبان دور میں، میں نے افغانستان کا دورہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ جلال آباد کی جیل میں، جو تین صوبوں کی مشترکہ جیل تھی، میں محض تین قیدی موجود تھے۔ ہم نے وہاں رات ایک مدرسے کے باہر کھلے صحن میں بسر کی، جہاں بظاہر چار دیواری کا تحفظ بھی حاصل نہ تھا مگر کسی کو بھی کوئی خوف وخطر نہ تھا، حالانکہ ابھی طالبان کی شمالی اتحاد سے جنگ بھی چل رہی تھی۔ یہ سب دراصل شریعت اور حدود اسلامی کے نفاذ کی برکت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جسٹس جاوید اقبال جیسے لبرل دانشور نے افغانستان کے دورہ کے بعد ایک مقام پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا: ''طالبان نے جو نظام افغانستان میں قائم کیا ہے، اگر یہ نظام دنیا کے دو چار اور ممالک میں قائم ہو گیا تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ بندگی پر چلنے کی توفیق دے، اور اسلام نظام عدل کے قیام اور حدود اسلامی کے نفاذ کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین!

مقاصدِ خلافت

مولانا محمد زاہد اقبال

قرآن وسنت میں خلافت کے مقاصد کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔

(۱) اقامتِ دین: اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کو اقامت دین کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

''یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو ملک میں بااختیار کر دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور بھلے کام کرنے کا حکم دیں اور برے کام کرنے سے لوگوں کو روکیں اور ہر کام کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔'' (الحج:41)

(2) قوانین شریعت کا نفاذ: اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان اور پہلے نبی کو خلیفہ بنا کر بھیجا تاکہ وہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ان کی طرف سے انسانی فلاح و بہبود پر مبنی قوانین کا اجراء کرے۔ ارشاد ربانی ہے: یقیناً میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔ (البقرۃ:30)

امام بغویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''صحیح قول یہ ہے کہ آدم (انسان) اللہ کا خلیفہ ہے زمین میں اس کے احکام قائم کرنے اور اس کے فیصلوں کو نافذ کرنے کے لیے'' (تفسیر البغوی)

(3) غلبۂ اسلام: اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین اسلام کے تمام ادیان پر نظریاتی و سیاسی غلبے کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب رکھے اگرچہ مشرک کتنا ہی برا مانیں۔'' (الصف:9)

(4) امت کی سیاست: امت کی سیاست یعنی اس کے دینی اور دنیاوی امور کا نظم ونسق بھی مقاصد خلافت میں شامل ہے جیسے سنت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاءؑ کرتے تھے جب ایک نبی انتقال کر جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔'' (بخاری)

انبیاء کی حکمرانی کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر، احکامِ الٰہی کا نفاذ اور عدل کا قیام ہے۔ خاتم الانبیاء کی خلافت کے مقاصد بھی یہی ہیں۔

(5) امت کی اجتماعیت کا قیام: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خلیفہ بنانے کے مقاصد پر روشنی ڈالی:

''اللہ نے تم پر خلیفہ بنایا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہارا اتحاد رہے اور تمہارا کلمہ (مرکزیت) قائم رہے۔'' (الامامۃ والسیاسۃ)

(6) نظامِ عبادات کا قیام: انسان کی تخلیق کا اہم مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ اس لیے عبادات کے باقاعدہ نظام کی تشکیل خلافت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو آئمہ ھدیٰ بنایا ہے، تاکہ وہ اس کے احکامات کے مطابق عبادات پر عملدرآمد کرائیں: اور ان سب کو ہم نے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہم نے وحی کے ذریعے انہیں نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی تھی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔ (الانبیاء:73)

(7) نظامِ احتساب کا قیام: نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتا ہے وہ زمین میں اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کا خلیفہ ہے۔'' (الدیلمی)

(8) نظامِ جہاد کا قیام: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''امام (خلیفہ) اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ وہ نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرے، صدقات وصول کرے، حدود قائم کرے، احکام کا نفاذ کرے اور دشمنوں (کفار) سے جہاد کرے۔'' (النظام السیاسی فی الاسلام)

(9) عدالتی نظام کا قیام: عوام کو بروقت عدل وانصاف فراہم کرنا خلافت کا بنیادی مقصد ہے تاکہ وہ امن وامان کے ساتھ اور فتنہ وفساد سے محفوظ ہو کر پرسکون زندگی گزار سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو عدل وانصاف کے قیام کے لیے خلافت ارضی سے نوازا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

''داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تم لوگوں کے درمیان برحق فیصلے کرو۔'' (ص:26)

(10) نظامِ تعلیم کا قیام: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''یعنی میں شہروں کے اُمراء پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انھیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ وہ لوگوں کو دین سکھائیں۔ ان کے سامنے سنت کو بیان کریں اور جو معاملہ مشکل ہو وہ میرے پاس لے آئیں۔'' (الجامع الصغیر)

امام الحرمین ابو المعالی الجوینیؒ کے نزدیک مقاصد خلافت درج ذیل ہیں:

i. مرکزِ اسلام کی حفاظت
ii. رعیت کی نگرانی
iii. اقامتِ دعوت، دلائل اور تلوار کے ساتھ
iv. خوف اور ظلم کو روکنا
v. ظالموں سے مظلوموں کو انصاف دلانا اور حقوق چھیننے والوں سے حقوق لے کر مستحقین کو دینا۔ (غیاث الامم)

حضرت شاہ ولی اللہؒ مقاصد خلافت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب رسول ﷺ تمام مخلوق کے لئے مبعوث ہوئے تو مخلوق کے ساتھ معاملات و تصرفات فرمائے اور ان امور کے لیے نائبین مقرر کیے۔ ان معاملات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد اقامت دین ہے اور باقی تمام امور اس کے تحت ہیں:

i. علومِ دینیہ کی اشاعت جیسے قرآن وسنت کی تعلیم اور وعظ و نصیحت کرنا
ii. اقامتِ ارکانِ اسلام یعنی جمعہ، عیدین، پنج وقتہ جماعت کی امامت خود کرنا اور دوسرے مقامات پر امام مقرر کرنا۔ زکوٰۃ کی وصولی اور مصارف میں خرچ کرنا، ہلالِ رمضان و ہلالِ عید کی رؤیت پر شہادت سننا اور روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا حکم کرنا۔ حج کا انتظام اور اس کی امارت خود کرنا یا نائب مقرر کرنا۔
iii. جہاد اور متعلقاتِ جہاد کا قیام
iv. مقدمات کا فیصلہ کرنا، قاضیوں کا تقرر اور اقامتِ حدود
v. امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا۔ (ازالۃ الخفاء)

اسلامی امارت کی اہمیت

قاری محمود غزنوی

مسلمانوں پر امیر اور امام کا تقرر واجب ہے ۔ اپنی بیعت کے ذریعے امام سے معروف کے دائرے میں وفاداری اور کامل اطاعت وفرمانبرداری کی ضمانت دیں گے زحمت اور راحت ہر وقت فرمانبرداری کریں گے۔ اپنی بیعت پوری کریں گے اور بیعت توڑیں گے نہیں۔ اس مختصر مضمون میں کوشش کریں گے شریعت کی روشنی میں امام کی ضرورت، بیعت کی اہمیت، خلیفہ، امام اور امیر کے درمیان فرق، ایک امیر کے مقابلے میں دوسرے کا اٹھنا، بیعت کا توڑنا گناہ اور جانی وبال کی تشریح کریں گے۔ آج کل کچھ لوگ اپنے مزاج اور مرضی سے شرعی لحاظ سے خلافت، امامت اور امارت کے مترادف الفاظ کو الگ الگ معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور ان کے درمیان درجہ بندی کرتے ہیں۔ مگر شرعاً یہ تینوں مترادف الفاظ ہیں اور ایک خاص شرعی حکومت اور امارت پر دلالت کرتے ہیں۔ الخلافۃ نامی کتاب جو چوتھی صدی ہجری میں لکھی گئی ہے اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:

تشریح: یعنی خلافت، بڑی امانت اور مومنوں کی امارت تین کلمے ہیں مگر معنی ایک ہے۔ جو ایک اسلامی حکومت اور نظام کو کہتے ہیں۔ اور چلانے والے کو خلیفہ، امام اور امیر کہتے ہیں۔

امیر کے تقرر کی اہمیت:

اس میں شک نہیں کہ پوری امت، اہل سنت والجماعت اور دیگر جماعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ امام کا تعین مسلمانوں پر کئی دلائل کی بنا پر واجب ہے۔

اول: صحابہ کرام ؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ امیر کا تعین واجب ہے۔ اسی لیے انہوں نے امارت کا مسئلہ رسول اللہ ﷺ کی تدفین سے مقدم رکھا۔

دوم: امارت کے بغیر شرعی احکام کا نفاذ ممکن نہیں جیسے اقامۃ حدود، چوروں اور ڈاکوؤں کا خاتمہ اور دیگر بہت سی خرابیاں ہیں جن کا تعلق نظام کی حفاظت سے ہے۔

سوم: اس کے ذریعے مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ اور نقصانات کا ازالہ ممکن ہوتا ہے اور یہ اجماعاً واجب ہے۔

چھارم: کتاب اور سنت میں امیر کی اطاعت کے وجوب کا حکم جو بار بار آیا ہے یہ حکم امیر کے وجود کے وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

بیعت کی اہمیت:

جس طرح امام کا تعین واجب ہے اسی طرح امام کے ہاتھ پر بیعت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ امام اور بیعت لازم وملزوم ہیں۔ اس لیے جو دلائل امام کے تعین کے ہیں وہی بیعت کی ضرورت کے بھی دلائل ہیں۔

اسی طرح حدیث شریف سے بھی امام کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ امام سے بیعت کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی اس حال میں مرا کہ اس نے امیر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی وہ جاہلیت کی موت مرا۔ دوسری جگہ فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور امام کے ساتھ رہو۔

امیر کی اطاعت اور بیعت پر وفاداری:

پہلے قدم میں تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ امام سے بیعت ہوں۔ جس طرح آگے حدیث سے معلوم ہوگا۔ دوسرے قدم پر مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی بیعت پوری کریں۔ امیر کی اطاعت اور فرمانبرداری زندگی کے آخری لمحے تک یا اس وقت تک جب تک معصیت کا حکم نہ دیں کریں گے۔ اس حوالے سے بہت سی آیات اور احادیث آئی ہیں جن میں امیر کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے حکم سے عدولی گناہ اور بہت بڑا جرم ہے۔ اگرچہ اس کی جانب سے آپ کو صدمہ اور تکلیف پہنچے پھر بھی صبر کرو اس کے خلاف خروج کی اجازت نہیں ہے:

امیر کی اطاعت ہونی چاہیے، اگرچہ وہ کالا حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ امیر کی اطاعت سے ایک بالشت دوری دنیا و آخرت کی تباہی ہے اور یہ کہ اس کی بیعت کی وفاداری ہونی چاہیے۔ اور یہ کہ بیعت کو کھیل نہ بنایا جائے کہ آج ایک سے بیعت ہو اور کل دوسرے سے۔

امیروں کی کثرت:

اگر کسی خطے میں مسلمانوں کے کئی امیر ہوں اور ہر ایک کے ساتھ کثیر تعداد میں لوگ بیعت ہوں کسی کو اولیت کا حق نہ ہو اور ان کے شرعی صفات میں بھی فرق نہ ہو۔ ہر ایک کو تسلط بھی حاصل ہو ایسے وقت میں ان کی ایک دوسرے سے جنگ ہو جائے رسول اللہ ﷺ نے ایسے وقت کو فتنہ قرار دیا ہے۔

ایسے وقت میں جان کی حفاظت اور غیر جانبدار ہونا ضروری ہے۔ کسی فریق کا ساتھی نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے دین اسلام کی حفاظت کے لیے فتنے سے دور کہیں بھاگ جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلوار اٹھالیں تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے۔''

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ قاتل تو ٹھیک ہے مقتول کا گناہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''اس نے اپنے مقابل کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔''

ایک امارت کی موجودگی میں دوسرے سے بیعت:

اگر ایک خطے میں امارت یا خلافت موجود ہو اور مسلمانوں نے اس کی بیعت کی ہو پھر کوئی دوسرا شخص اٹھے اور امارت یا خلافت کا دعویٰ کرے یا کسی اور امیر یا خلیفہ کے لیے بیعت کرے تو رسول اللہ ﷺ نے اس حوالے سے دوٹوک الفاظ کہے کہ دوسرے امیر یا خلیفہ کو قتل کر دیا جائے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی میری امت میں اس حال میں آئے کہ وہ متحد و متفق ہوں ایک امیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہو مگر یہ شخص ارادہ کرے کہ اپنی امارت کا دعویٰ کرے یا کسی اور شخص سے بیعت کا اعلان کرے۔ تاکہ سابقہ اتحاد کو خراب کرے۔ اختلاف ہو جائے، ان کے درمیان اختلاف آجائے تو تم لوگ ایسے شخص کو مار ڈالو۔ راوی دوبارہ کہتا ہے اسے تلوار سے مارو تاکہ فتنہ ختم ہو جائے۔

جب حضرت عمر فاروق ؓ سے انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور دوسرا تم میں سے، تو حضرت عمر ؓ نے جواب دیا ایک نیام میں دو تلوار نہیں سما سکتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص امیر کی اطاعت سے نکل جائے یعنی بیعت توڑ دے، جماعت چھوڑ دے پھر مر جائے تو یہ شخص جہالت کی موت مرا۔ اور جو شخص ضلالت اور گمراہی کے لیے لڑتا ہے اور جو شخص تعصب کے جھنڈے تلے لڑتا ہے وہ میری امت میں سے نہیں۔ میری امت میں سے جس نے میرے امتیوں پر تلوار اٹھائی اور نیک و بد دونوں کو مارا، نہ مومنوں سے اس کو حیا آئی اور نہ اپنے مالک سے کیے ہوئے عہد کی وفاداری کی وہ مجھ سے نہیں۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ اس سے بے زار ہیں) ❁❁❁

تلاوتِ دین یا اقامتِ دین!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہر دور میں قرآن کا عملی زندگی میں نفاذ ہم پر فرض رہا، بحیثیتِ مسلمان اور بحیثیتِ امت۔ لیکن اس دور میں قرآن سے چمٹنے کی تاکید: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا﴾ ''تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو''۔ واعتصموا بالله ''تم سب مل کر اللہ سے وابستہ ہو جاؤ'' اللہ کو مضبوط تھام لو، اللہ سے وابستہ ہو جاؤ! کی تاکید اہم تر ہو جاتی ہے۔ ترمذی میں سیدنا علی ؓ سے روایت کردہ حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''خبردار رہو! عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے''۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کتاب اللہ۔ اس میں اس چیز کی بھی خبر ہے کہ تم سے پہلے کی قوموں پر کیا گزری اور اس بات کی بھی خبر ہے کہ تم سے بعد آنے والوں پر کیا گزرے گی۔ اور اس چیز کا ذکر بھی ہے کہ تمہارے معاملات کے درمیان فیصلہ کرنے کی کیا صورت ہے۔ یہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے، کوئی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جو کوئی ظالم اور جبار شخص اس قرآن کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو چکل کر رکھ دے گا اور جس نے اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی اللہ اُسے گمراہ کر دے گا۔ اور یہ قرآن اللہ کی ایک مضبوط رسی ہے اور یہ حکیمانہ نصیحت ہے، اور یہی سیدھا راستہ ہے۔''

آج دنیا میں مسلم امۃ کی بالعموم اور پاکستان کی بالخصوص خواری و درماندگی اور کچلے جانے کی وجہ قرآن کی تلاوت پر اکتفا، اسے عملی زندگی سے دور اٹھا کر اوپر رکھ دیے جانے اور زندگی کی راہیں کفر سے پوچھ پوچھ کر طے کرنے کی بنا پر ہے۔ اس حدیث کے مطابق اللہ نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ اور ''جسے اللہ گمراہ کر دے تم ہرگز اُس کے لیے کوئی راہ نہیں پاؤ گے۔'' (النساء:88)

دین صرف تلاوت کے لیے نہیں آیا۔ الا لله الدّين الخالص ''خبردار! خالص، بے آمیز اطاعت و بندگی (الدّین) صرف اللہ کا حق ہے۔'' (الزمر:3)

''الدّین'' یعنی غلبہ و اقتدار صرف اللہ کا حق ہے۔ ''الدّین'' یعنی سیاست و فرماں روائی صرف اللہ کا حق ہے۔ ''الدّین'' یعنی دوسروں پر فیصلے نافذ کرنا صرف اللہ کا حق ہے۔ ''الدّین'' یعنی مکمل طریقِ زندگی وضع کرنا (تشریع۔ قانون سازی) صرف اللہ کا حق ہے اور وہی قرآن ہے۔

ان الدين عند الله الاسلام ''بے شک اللہ کے نزدیک زندگی گزارنے کا طریقہ اسلام ہے''۔ (آلِ عمران:19)

''جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے اُس کا دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔'' (آلِ عمران:85)

اس بنا پر تاکیداً یہ حکم الشوریٰ آیت 13 میں دیا گیا ہے: ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اُس نے نوحؑ کو دیا تھا، اور جسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں، اِس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ یہی بات اِن مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمد ﷺ) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے، اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔''

اس پوری بات کو سمجھ لیں اور عمل پیرا ہو جائیں تو مقاصدِ نزولِ قرآن پورے ہوں گے اور ان شاء اللہ قرآن اس دن ہمارے حق میں گواہ ہوگا جب ہم سے زیادہ اس گواہی کے لیے مجبور و لاچار کوئی نہ ہوگا۔

سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 میں اقامتِ دین کے بارے میں فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ: اسی نے مقرر کیا تمہارے لیے۔ مِّنَ الدِّيْنِ: دین کا وہ طریقہ، قاعدہ، ضابطہ یعنی نبیؐ کے واسطے سے پوری امت اور پھر پوری دنیا کے انسانوں کے لیے زندگی گزارنے کا ڈھنگ، ضابطہ اللہ نے مقرر کر دیا۔ تشریع یعنی قانون سازی (Legislation) شریعت اللہ کا عطا کردہ قانون (Law) ہے۔ شارع یعنی قانون ساز (Law Giver)۔ یہ تینوں اللہ ہی کا حق ہے۔

الا له الخلق والامر ''خبردار مخلوق اللہ کی ہے، اس پر حکم (قانون) اللہ ہی کا چلے گا، نافذ ہوگا''۔ (الاعراف) حاکمیتِ الٰہی ہی کلمہ لا الہ الا اللہ میں مضمر ہے۔ اسلام انسانوں سے تمام اختیارات سلب کر کے اللہ کو منتقل کرتا ہے۔ خلافتِ اسلامیہ میں امیر کو نہ قانون سازی کا حق ہے نہ حکم وحکومت کا۔ وہ صرف قانونِ الٰہی کی تنفیذ (نافذ کرنے) کا ذمہ دار ہے۔ خلیفہ کی عظمت کا معیار اس کی خداخوفی اور پابندیٔ قانونِ الٰہی ہے۔ اسلام آسمانی بادشاہت اور زمینی بادشاہت کی یکجائی ہے۔ آیت الکرسی، اللہ کے اختیار و اقتدارِ کلی کو بیان کرتی ہے۔ اس کی بادشاہت، تکوینی اعتبار سے پوری کائنات پر قائم ہے۔ ﴿وسع كرسيه السموٰت والارض﴾ اللہ کی بادشاہت و اقتدار کا اظہار ہے۔ لیکن اس زمین پر تشریعی اعتبار سے یہ امتحان ہمارا ہے کہ ہم اللہ کی حاکمیت قائم کریں۔ اسی کا انعام جنت ہے۔ بات صرف نماز، روزہ، ذکر، اذکار، حج طواف کی نہیں۔ یہ سب کام تو فرشتے بھی کر رہے ہیں۔ رکوع وسجدہ وقیام بھی، ہم تو روزہ افطار کر لیتے ہیں وہ تو دائماً حالتِ صیام میں ہیں۔ بیت معمور کا طواف بھی جاری ہے۔ اللہ کی حمد و تسبیح بھی جاری ہے۔ ہمارا کام اس سے آگے کا ہے۔

مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر
زنوری سجدہ می خواہی، زخاکی بیش ازاں خواہی
چناں خود را نگہ داری کہ با ایں بے نیازی ہا
شہادت بر وجودِ خود زخونِ دوستاں خواہی!

''مقامِ بندگی اور ہے، مقامِ عاشقی اور۔ اللہ اپنی نوری مخلوق (فرشتوں) سے صرف سجدہ چاہتا ہے۔ لیکن خاکی انسان سے اس سے کہیں بڑھ کر چاہتا ہے! اگرچہ تو خود بے نیاز ہے لیکن چاہتا ہے کہ تیرے عاشق اپنے خون سے تری توحید کی گواہی رقم کریں۔''

ہمارا کام اس عالمی گاؤں (Global Village) پر نفاذِ قرآن ہے۔ دین کا جھنڈا گاڑنا ہے: ان اقیموا الدین ''یہ کہ قائم کرو اس دین کو''۔

ہمارا اصل مشن ہے:

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

لیکن یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہمارے ہاں قانون، قانون سازی کا ذکر ہو تو فوری تصور موجودہ نظامِ قانون کے تحت اسمبلی، سینیٹ، پارلیمینٹ، وکیل، جج اور عدالت کا آتا

ہے۔ جس عمارت کے باہر تو کلمہ لکھا ہوا ہے لیکن اندر حکمرانی رومن لاء کی بنیاد پر تعزیراتِ پاکستان کی ہے، قرآن وسنت کی نہیں۔

اس زمین پر اللہ نے انسان کو آزادی و اختیار عطا کردی تو وہ آپے سے باہر ہو گیا اور ہم مسلمان جو حاملِ قرآن اور زمین پر خدا کا آخری پیغام دے کر بھیجے گئے تھے ہم ان جاہلوں کے ساتھ مل کر جاہل ہو گئے۔ آج ہر جگہ مغربی جمہوریت کا غلغلہ ہے۔ اچھے بھلے دیندار مسلمان بھی اس کے اسیر ہیں۔ یہ اپنی جگہ ایک الگ اور مکمل موضوع ہے لیکن مختصراً یہ نظام خلافتِ الٰہیہ کی عین ضد ہے۔ انسان پر انسان کی حکمرانی کا دعویدار ہے۔ ''انسانوں کی حکومت، انسانوں کے ذریعے، انسانوں کے لیے''۔ "Government of the people, by the people, for the people" اسے اسلامی بنانا یا سوشل ازم، کیپٹل ازم، سیکولر ازم کے ساتھ اسلامی کا لاحقہ لگانا یکساں طور پر مہمل، مضحکہ خیز ہے۔ گویا پھر اسلامی عیسائیت اور اسلامی یہودیت بھی ہو سکتی ہے۔

موجودہ نظام میں قرآن، اقامتِ دین کی کس مپرسی ملاحظہ ہو، چور کا ہاتھ کاٹ دینے کی سزا، قرآن کا حکم اور عین اس طرح فرض ہے جیسے اقامتِ صلوٰۃ۔ کسی مقدمے میں عدالت میں چوری کا جرم ثابت ہو جانے پر اس سزا کے نفاذ کا مطالبہ قرآن کی آیتِ مذکورہ پڑھ کر کیا جائے تو جج صاحب فرمائیں گے کہ یہ مسجد میں نماز میں، تراویح میں تو تلاوت ہو سکتی ہے لیکن یہاں فیصلہ تعزیراتِ پاکستان کے مطابق ہوگا۔ آپ تشریف لے جایئے عدالت کا وقت ضائع نہ فرمایئے۔ اگر اس آیت کا نفاذ مطلوب ہے تو پارلیمنٹ میں جایئے۔ اب اگلے مراحل دیکھیے۔ اگرچہ آئین کہتا ہے کہ قرآن سپریم لاء ہے۔ لیکن ملاحظہ فرمایئے کہ عملاً پارلیمنٹ ہی سپریم ہے۔ (اقامتِ دین، حکومتِ الٰہیہ؟) چوری کے بارے میں اس حکم کا نفاذ مطلوب ہے؟ پارلیمنٹ کو کوئی ممبر بل پیش کرے گا۔ پھر وہ وزارتوں، کمیٹیوں کی نذر ہوگا۔ پھر اسمبلی اور سینیٹ میں بحث ہوگی۔ اس پر اکثریت حاصل کرنے کے لیے ووٹنگ ہوگی۔ اسے ان تمام پیچیدہ مراحل سے گزرتے ہوئے آگے پیچھے آنا جانا ہوگا۔ ترامیم پیش ہوں گی (حکمِ قرآنی میں!) ان مراحل میں مسلم وغیر مسلم ارکان برابر شریک ہوں گے۔ بالآخر ان مراحل سے پار ہو گیا تو صدر صاحب کی تائید اور دستخط درکار ہوں گے۔ (اس دوران امریکہ، مغرب کے میڈیا کا واویلہ پس منظر کی بلند آہنگ موسیقی کے طور پر چلے گا!) اور پھر قرآن کا ایک قانون، تلاوت سے نکل کر اقامتِ دین کا مرحلہ سر کرے گا! قانونی شکل اختیار کرے گا۔ Act بن جائے گا۔ نفاذِ قرآن کے لیے ہر حکم کو یہی تمام مراحل سر کرنے، ارکانِ پارلیمنٹ، وزارتوں کی منت سماجت (استغفراللہ) سے گزرنا پڑے گا، جن کی تائید، تصدیق، تردید کے آگے یہ تمام قرآنی احکام عیاذاً باللہ بے بس ہوں گے۔ سود (ربا کیس) کی حرمت کے لیے قانون سازی کی عملی مثال موجود ہے جو آج بھی معلق و معطل ہے۔ ملا عمرؒ نے افغانستان میں خلافت قائم کی تو لمحہ بھر میں قرآن ملک بھر کا آئین بن گیا اور چار سالہ حکمرانی کے دوران جنگوں سے تلپٹ ملک مثالی امن وسکون کا گہوارہ بنا رہا اور کفر کے لیے اتنا بڑا خطرہ تھا کہ اسے تباہ کرنے کو حملہ کر دیا گیا۔

ادھر ہم ہیں کہ 1924ء میں سقوط کے بعد جب خلافت کی بحالی 1996ء میں ملا عمر کی حکومت سے ہوئی۔ ہم نے مغضوب اور ضالین (یہودی اور عیسائی یعنی امریکہ اور نیٹو) کے ساتھ مل کر دہشت گردی (اسلام، اہل ایمان، جہاد، امارتِ اسلامیہ) کے خلاف اتحاد میں صرف اتحادی نہیں بلکہ صفِ اول کے اتحادی (Front line state) صلیبی فوج کا ہراول دستہ بن کر خلافت روئے زمین سے مٹا ڈالنے کا جرم عظیم کیا۔ آسمان پھٹ پڑے، زمین شق ہو گئی۔ ہم کیڑے مکوڑے بن کر بھنگے پتنگے بن کر زلزلے، سیلابوں کا شکار ہوئے، مچھر ہم پر چھوڑ دیے گئے، فراعنہ کا ساتھی بننے پر۔ لیکن ہم اپنا جرم باور کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ یہ گناہ نہ سرزد ہوتا اگر ہم نے محض تلاوت پر کئی دہائیوں تک اکتفا نہ کیا ہوتا۔ اللہ سے اقامتِ دین کے وعدے پر ملک لے کر تلاوتِ دین تک بھول بیٹھے! قانون، معاشرت، معیشت، سیاست، ذرائع ابلاغ، تعلیم غرض ہر خانہ، دین سے یک سر خالی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تعزیراتِ پاکستان کی تلاوت (Reading) کو رواج دے دیا جائے اور عدالتوں وزارتوں میں قرآن کا نفاذ ہو؟ لیکن چہ بوالعجبی است کہ قرآن کی تلاوت ہو اور تنفیذ ہر جگہ نظام ہائے کفر کی ہو! ہم اللہ سے باغی ہیں۔ طاغی ہیں۔ خود طاغوت بنے ہر جگہ اپنے حکم چلا رہے ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں کے لیے شراب کی بندش کے لیے دو ابتدائی مختصر تبصرے قرآن میں آئے۔ اور تیسری مرتبہ شراب کو: رجسٌ من عمل الشیطان۔ ''گندی باتیں، شیطانی کام'' بتا کر حکم دیا: **فاجتنبوہ** ''باز رہو، پرہیز کرو، بچو'' پھر پوچھا ''کیا تم باز رہو گے؟'' اور بغیر کسی جبر واکراہ، ڈنڈے، تھانے، جیل، پولیس اور جرمانے کے جواب آیا ''ہم باز آگئے یارب العالمین!'' (سیدنا عمرؓ کی پکار) اور تاریخ کے صفحات پر وہ حیران کن مناظر ثبت ہوئے کہ شراب مدینے کی گلیوں میں بہہ نکلی۔ مٹکے توڑ ڈالے گئے۔ صرف ایک فاجتنبوہ کے حکم پر! مہنگی شراب، رگ و پے میں رچی شراب کی محبت، طلب، نشہ ہرن کرنے کو قرآن کا ایک حکم کافی تھا! یہ ہے اقامتِ دین!

قرآن جتنے احکام دے رہا ہے قصاص، زنا، قذف، چوری کی حدود ان کی سزا تلاوت کر کے، مصحف چوم کر، ترجمہ یاد کر کے، حسنِ قرأت کے ساتھ داد وصول کر کے طاق میں رکھ دینے کے لیے نہیں ہے۔ تلاوت نہیں اقامت! اللہ ''ان اقیموا الدین'' کے ساتھ 'ولا تتفرقوا فیہ''۔ باہم متفرق نہ ہو جاؤ، منتشر پارہ پارہ نہ ہونے کا حکم دیتا ہے۔ وہ ہمیں کیسا دیکھنا چاہتا ہے؟

''وہ تو ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر باہم پیوست ومربوط کفر کے خلاف جہاد کرتے ہیں''۔ (الصف:4)

یہ منظر صرف میدانِ جہاد میں ہے جہاں تمام دینی جماعتوں، تمام رنگ ونسل، زبان وقومیتوں کی نمائندگی ہے لیکن سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند اخوت ومحبت میں پروئے ہوئے۔ انہی پر اللہ کی مدد کا نزول ہوتا ہے۔ یہی اقامتِ دین کے لیے ایستادہ طائفہ منصورہ ہے جن کے لیے اللہ نے کہا: وان جندنا لھم الغالبون (الصافات) ''یہ ہمارا لشکر ہے، یہ غالب ہو کر رہے گا''۔ اللہ کا لشکر 48 ممالک کی محیر العقول سائنس اور ٹیکنالوجی کو شکستِ فاش دے کر پوری انسانی تاریخ کا سب سے بڑا معجزہ رقم کر گیا۔ ہم تلاوتِ دین کرتے رہ گئے، اقامتِ دین والے غالبون، مفلحون، فائزون ہو گئے! (ہمارے ذمے تو پوری دنیا کو پاکستان، بنا کر پاک کرنا تھا، ہم اپنے ملک کو بھی صوبہ در صوبہ بکھیرنے کے درپے ہیں!)

اہل کتاب سے ہماری جنگ کا ایجنڈہ صرف ان کا مسلم ممالک پر غاصبانہ قبضہ کرنا اور یا ایک صدی بھر سے خونِ مسلم سے ہولی کھیلنا ہی نہیں ہے بلکہ اس پر مزید وجہ مذکورہ بالا آیت ہے جو بہر صورت ہم پر بحیثیت مسلمان اور امت فرض ہے۔ جس فرض کی ادائیگی جنگ موتہ سے شروع ہوئی۔ تبوک، لشکرِ اسامہ بن زیدؓ تا ابوعبیدہ بن جراحؓ، خالد بن ولیدؓ تا ملا عمرؒ۔ مقصد صرف اقامتِ دین ہے۔ کل بھی اور آج بھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے راستے پر استقامت عطا فرمادے۔ اپنی بندگی کے طریقے سکھا دے اور اپنی شانِ کریمی کے مطابق قبولیت عطا فرمادے۔ آمین!

❁❁❁

عہد فاروقی میں اسلامی ریاست کی برکات

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں قائم ہونے والی اسلامی ریاست کی برکات اور شان و شوکت کا بھر پور اظہار سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ آپؓ نے انتہائی قابل قدر اور قابل تقلید نظام حکومت قائم کیا۔ آپؓ نے بہت سے جدید شعبہ جات کا آغاز کیا۔ ان میں سے بعض اہم کا ذکر حسب ذیل ہے۔

1۔ باقاعدہ فوجی نظام:

بڑے بڑے شہروں اور مناسب مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ تنخواہوں میں ترقی، فوج میں موسموں کے اعتبار سے تقسیم، رخصت کے ضوابط، فوج کے لباس کے ضوابط مقرر ہوئے۔

2۔ محکمہ پولیس:

مختلف ذمہ داران کو جرائم کے سد باب، بازاروں کی نگرانی، عوامی مقامات کے تحفظ اور لوگوں کے جان و مال کے تحفظ کے اقدامات کے لیے مقرر کیا گیا۔

3۔ بیت المال کا باقاعدہ قیام:

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے بیت المال کے باقاعدہ نظام کا آغاز ہوا۔ تمام صوبہ جات اور اہم مقامات پر بیت المال قائم ہوئے۔ بعد ازاں بیت المال کے لیے عمارتیں بنوائی۔

4۔ نئے شہروں کو آباد کرنا:

آپ رضی اللہ عنہ نے کئی نئے شہر بسائے مثلاً بصرہ، کوفہ تاکہ بڑے شہروں کو آبادی کی کثرت کے سبب مسائل سے بچایا جائے۔

5۔ نہروں کا اجراء:

آپ رضی اللہ عنہ نے نہروں کے اجراء کے کام کا آغاز کیا جس کا مقصد لوگوں کو پینے کے پانی کی فراہمی اور زراعت کی ضروریات کو پورا کرنا تھا۔

6۔ مردم شماری:

آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مردم شماری کروائی۔ زکوٰۃ اور جزیہ کی تشخیص کے لیے ہر جگہ پر مردم شماری کروائی۔ خاص شعبہ جات کے حوالے سے بھی فہرستیں تیار کروائی گئیں جیسے قرآن پڑھنے والوں، شاعروں وغیرہ کی فہرست۔

7۔ صوبے اور اضلاع بنانا:

آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مفتوحہ علاقوں کو مختلف صوبوں اور اضلاع میں تقسیم کیا۔ ان میں انتظامات کے لیے مختلف ذمہ داران مقرر کیے گئے۔ اس کا مقصد انتظامات میں آسانی پہنچانا تھا۔

8۔ سن ہجری کا آغاز:

21ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک تحریر پیش ہوئی جس پر شعبان کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ گزشتہ شعبان ہے یا موجودہ۔ اس مسئلہ پر مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے پر سب کا اتفاق ہوا کہ ہجرت نبوی سے سن ہجری کا آغاز کیا جائے۔

9۔ آئمہ اور معلمین کی تنخواہوں کا تقرر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آئمہ کی تنخواہوں کا تقرر کیا۔ اسی طرح معلمین قرآن کی تنخواہیں بھی مقرر کی گئیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایسے حضرات یکسوئی سے دینی خدمات سرانجام دے سکیں۔

10۔ لازمی تعلیم کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کو درست طریقہ پر پڑھنے کے احکامات دیئے۔ قبائل میں جا کر امتحان لینے کا نظام رائج کیا۔ تمام اضلاع میں بچوں کو شہسواری اور کتابت کی تعلیم کے احکام بھجوائے۔

مزید براں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مسافروں کے لیے سرائیں قائم کیں۔ ڈاک کا نظام قائم کیا اور ڈاک چوکیاں بنائیں۔ لاوارث اور بے سہارا بچوں کے لیے وظیفے مقرر کیے۔

چاندی کے سکے جاری کیے۔ رات کو گشت کا طریقہ ایجاد کیا۔ یہ اور دیگر کئی اقدامات آپ کی فہم و فراست کی واضح دلیل ہیں۔ آج کے حکمرانوں کے لیے سبق ہے کہ وہ ان دور اندیشی پر مبنی اقدامات پر عمل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے ہوئے انتظام حکومت اور ترویج دین کے سلسلے میں ایسی مثالی اور نئی روایات کا آغاز کریں جو کہ آئندہ نسلوں کے لیے قابل رشک اور قابل تقلید ہوں۔ ❁❁❁

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم و حکمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن (لاہور)

تازہ شمارہ
جولائی تا ستمبر 2021ء

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ــــ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہما اللہ

اِس شمارے میں

☆ ''اَلْعِلْم'' کا ہماری درسگاہوں میں فقدان ــــ ڈاکٹر ابصار احمد
☆ مِلَاکُ التَّأویل (۲۶) ــــ ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
☆ مباحثِ عقیدہ (۵،۶) ــــ مؤمن محمود
☆ سائنسی علوم کی ایک مثالی یونیورسٹی کی ضرورت ــــ ڈاکٹر محمد رفیع الدین

افادات حافظ احمد یار رحمہ اللہ ''ترجمہ قرآن مجید مع صرفی و نحوی تشریح'' (در محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا دورہ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 70 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 280 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

علامہ اقبال اور نظریۂ پاکستان

۞ علامہ اقبال نے اپنی شاعری سے مسلمانوں میں جوشِ عمل پیدا کیا:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

۞ انہوں نے مسلمانوں کو مایوسی کے اندھیروں سے نکالا اور اسلام کے روشن مستقبل کے مبشر بن کر سامنے آئے:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

۞ مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے مغربی فکر پر شدید تنقید کی:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

۞ 1930ء میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں الہ آباد کے مقام پر تاریخی خطبۂ صدارت دیا اور پاکستان کے قیام کی بشارت ان الفاظ میں دی:

''میں ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد میں ایک الگ مسلم ریاست کے بنانے کا مطالبہ کرتا ہوں''۔''اسلام کے لیے یہ ایک موقع ہوگا کہ عرب ملوکیت کے تحت اس پر جو پردے پڑ گئے تھے ان سے چھٹکارا حاصل کر سکے اور اپنے قوانین، تعلیمات اور ثقافت کو اپنی اصل روح کے ساتھ روحِ عصر سے ہم آہنگ کر سکے''۔

۞۞۞

معمارِ پاکستان قائداعظم اور نظریۂ پاکستان

۞ قائداعظم محمد علی جناح کا 8 مارچ 1944ء کا خطاب ہی کافی ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے خطاب میں قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا: ''پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلے ہندو نے اسلام قبول کیا تھا۔''

۞ قائداعظم نے قیامِ پاکستان تک مسلسل تکرار کے ساتھ صرف اسلام کی بات کی۔

قائدِاعظم کی تقاریر کی چند شہ سرخیاں:

☆6 جون 1938ء:''مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے۔''

☆22 نومبر 1938ء:''اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے۔''

☆8 اپریل 1938ء:''اسٹار آف انڈیا''ملتِ اسلامیہ عالمی ہے۔

☆7 اگست 1938ء:''میں اوّل و آخر مسلمان ہوں''

☆14 نومبر 1939ء:''انسان خلیفۃ اللہ''ہے۔

☆ ٹائم آف لندن، 9 مارچ 1940ء:''ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں''۔

☆26 مارچ 1940ء:''میرا پیغام قرآن ہے''۔

۞ قائدِاعظم نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں فرمایا تھا:

''اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابلِ عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابلِ عمل تھے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں کیا جائے گا''۔

۞ قائدِاعظم نے اپنی وفات سے دو تین دن پہلے اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے فرمایا:

'' تم جانتے ہو جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ کام مشکل تھا اور میں اکیلا کبھی نہ کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافتِ راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے''۔

(بیان ڈاکٹر ریاض علی شاہ روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988ء)

۞۞۞

عصر حاضر میں اسلامی قانون کی معنویت

ابوعبداللہ

اسلامی قانون انسانی دنیا کے لیے خدا کا شاندار عطیہ ہے، انسانوں کا بنایا ہوا کوئی قانون اس کی ہمسری نہیں کرسکتا، جب تک دنیا پر اسلامی قانون کی حکمرانی قائم رہی دنیا میں امن وسکون اور خوشحالی وفارغ البالی بھی پورے طور پر باقی رہی، لیکن جب سے دنیا اس قانون کے سایہ سے محروم ہوئی ہے بدامنی، بدچلنی، غربت، بھوک وافلاس عام ہوئی، محبت ورواداری نے دم توڑ دیا، انسانی قدریں پامال ہوئیں، سارا فلسفۂ اخلاق کتابوں کے اوراق تک محدود ہوکر رہ گیا، عام زندگی سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا، قانون کو بازیچہ اطفال بنادیا گیا، دنیا کے بہترین دماغوں نے بھی اس پر دماغی زور آزمائی شروع کردی، جو قانون کے تعلق سے خود مخلص نہیں تھے ان کو عوامی انتخابات کے ذریعہ قانون سازی کا اختیار دے دیا گیا، اس طرح قانون کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا گیا، دنیا نے اسلامی قانون سے محرومی کیا گوارا کی، زندگی کی ساری نعمتوں سے محروم ہوگئی۔ آج دنیا کو پھر اسی قانون کی ضرورت ہے، آج دنیا جس امن وسکون کی متلاشی ہے وہ صرف اور صرف قانون اسلامی کی نگرانی ہی میں حاصل کی جاسکتی ہے۔ دنیا کے تمام تر قوانین اس کے سامنے بونے اور ادھورے ہیں۔

آج دنیا کے سنجیدہ لوگ دوبارہ اسلامی قانون کے تعلق سے غور کرنا چاہتے ہیں، مگر کچھ ہمارے اپنوں کی نادانی اور کچھ غیروں کی عیاری کہ یہ بات صرف نظریہ وتفکیر کی حد تک رہ جاتی ہے کوئی عملی صورت نہیں بن پاتی، ان حالات میں ہمارے ذہین اور مخلص لوگوں کو اس موضوع پر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

ایک مکمل نظام حیات

اسلام ایک آفاقی مذہب اور مکمل نظام حیات کا نام ہے جس نے ہر دور میں انسانیت کی رہبری کی ہے ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک روئے زمین کی سب سے مضبوط اور رقبہ کے لحاظ سے سب سے وسیع قیادت کی زمام کار اس کے ہاتھ میں رہی ہے اور اس پورے عرصے میں سینکڑوں انقلابات اور حالات کی گردشوں کے باوجود کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی کسی حلقے میں یہ احساس نہیں پایا گیا کہ اس قانونی نظام میں کسی قسم کی تنگی یا تشنگی پائی جاتی ہے اسلام کے قانونی نظام نے ہر دور میں انسانیت کے ہر طبقے کے مسائل کو حل کیا اور ملک وقوم کی ترقی واستحکام میں بنیادی رول ادا کیا۔

جب تک مسلمان شعوری طور پر اس نظام سے وابستہ رہے ان کی ترقی وتوسیع کا سلسلہ جاری رہا، وہ جہاں گئے ارض وفلک نے ان کا استقبال کیا لوگوں نے اپنی پلکیں بچھائیں اور دنیا نے ان کا خیر مقدم کیا اس لئے کہ وہ ایسا نظام حیات جاری کرنے گئے تھے جو امن وخوشحالی، ترقی واستحکام اور داخلی وخارجی سکون کا دائمی ضامن ہے۔

زوال کا سبب

لیکن جب مسلمانوں کا رشتہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس نظام سے کمزور ہوا تو وہ بھی اندرونی طور پر کمزور ہونے لگے اور ان کی قومی واجتماعی زندگی پر زوال کی پرچھائیاں پڑنے لگیں۔ مسلمانوں نے جب تک اسلامی قانون اور اسلامی نظام روئے زمین پر نافذ کیا تھا اس میں مسلمان فاتح کی حیثیت سے تھے، اس نظام کی ترجیحات میں سب سے بڑا حصہ مسلمانوں کا تھا۔ دوسری اقوام اور اقلیتوں کو بھی تمام انسانی حقوق دیئے گئے تھے مگر فرق یہ تھا کہ اس میں مسلمانوں کی حیثیت دینے والوں کی اور دوسری اقوام کی لینے والوں کی تھی، لیکن جب اسلامی نظام کی جگہ دوسرا نظام آیا اور مسلمانوں کی اجتماعیت دین سے کٹ کر غیر دینی نظام سے جڑ گئی تو اس نئے نظام میں تمام ترجیحات دوسروں کے لئے ہوگئیں اور اس کی اگلی صفوں میں ایسے لوگ براجمان ہوگئے جن کو مسلمانوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں تھی اس لئے اب مسلمانوں کو پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

اگر اس موقعہ پر بھی مسلمانوں کی قومی غیرت اور دینی حس جاگ اٹھتی تو وہ اپنی غلطیوں کی تلافی کرسکتے تھے اور اس نئے مصنوعی نظام سے پیچھا چھڑا سکتے تھے مگر افسوس کہ مسلمانوں کے حکمران طبقے کی غالب اکثریت ایسی مجرمانہ غفلت کی شکار رہی اور جھوٹی مصلحتوں اور عارضی لذتوں کے وہ ایسے دلدادہ رہے کہ ان کی ساری حس ہی مردہ ہوکر رہ گئی، بقول شاعر؂

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اور جب کوئی قوم اس درجہ بے حسی کا شکار ہوجاتی ہے تو زندگی کی ساری رعنائیاں اس سے رخصت ہوجاتی ہیں اور اس میں اور مردہ جسم میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔۔۔ قرآن حکیم نے اس قومی زوال اور اجتماعی بے حسی کو موت کا نام دیا ہے: ﴿اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾ (النحل) ”یہ زندوں کی آبادی نہیں بلکہ مردوں کی بستی ہے، جو اٹھنے اور اٹھائے جانے سے بے خبر پڑے ہیں۔“

آج ساری دنیا میں مسلمانوں کے عمومی زوال کا بڑا سبب یہ ہے کہ اپنے چشمہ حیات سے ان کا رشتہ کمزور ہوگیا ہے انھوں نے اس قانونی نظام کو سردخانے میں ڈال دیا ہے، جو نہ صرف ان کی زندگی وتشخص کو ضمانت فراہم کرتا ہے بلکہ ساری انسانیت کی حیات وارتقا کا راز بھی اس میں پوشیدہ ہے، مسلمانوں کی مثال اس کائنات ارضی میں دل کی ہے دل سے صالح خون جاری ہوگا تو سارے عالم کا نظام درست رہے گا اور دل کا نظام کمزور ہوگا تو سارے عالم پر اس کا اثر پڑے گا۔ لیکن مسلمان اپنا یہ مقام بھول گئے، ان کو اپنی حقیقت کا عرفان نہ رہا، انھیں یاد نہ رہا کہ وہ خدا کے عطا کردہ کس منصب اور خدائی نظام کو لے کر اس انسانی دنیا میں آئے ہیں؟ انسانیت کتنی پیاسی ہے؟ قوموں کو ان کی کتنی ضرورت ہے؟ انھوں نے اپنے اوپر غفلت وخود فراموشی کی چادر تان لی اور اقوام عالم کو وادیٔ ظلمات میں جنگل کی بھیڑ کی طرح بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا، بلکہ وہ بھی دنیا کی دوسری قوموں کی طرح مادہ پرستی، دنیا طلبی، بدمستی وعیش کوشی کے میدان میں کود پڑے اور ابلیسی نظام یہی چاہتا تھا کہ دوسروں کو جگانے والی قوم خود سوجائے، بار خلافت اٹھانے والی جماعت خود تھک کر بیٹھ جائے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سوتا خشک ہوکر رہ جائے۔ بقول ڈاکٹر اقبال؂

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

کاش کوئی ایسی صورت پیدا ہوتی کہ مسلمان پھر اپنے گھر کی طرف پلٹیں، اپنا کھویا ہوا خزانہ واپس لیں، انھیں ایسی آنکھ نصیب ہو کہ وہ ہیرے موتی اور کنکر پتھر میں فرق کرسکیں اور وہ پوری بصیرت کے ساتھ جان سکیں کہ انسانوں کا بنایا ہوا مصنوعی نظام کبھی خالق کائنات کے عطا کردہ قانونی نظام کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا پھر یہ کیسی نادانی ہے کہ خالق کا در چھوڑ کر دنیا مخلوق کے پیچھے دوڑ رہی ہے۔

﴿أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَى الْجَنَّةِ﴾ (البقرہ: 221) ”دنیا والے آگ کی طرف بلا رہے ہیں اور اللہ تمہیں جنت کی طرف پکار رہا ہے۔“ مگر اکثر لوگ رحمن کی پکار کے بجائے شیطان کے بلاوے پر کان دھر رہے ہیں۔

اسلامی قانون میں جو جامعیت، ابدیت، معنویت، زندگی، نفاست وحسن اور ہر دور کے حالات پر اس کی تطبیق صلاحیت پائی جاتی ہے وہ دنیا کے کسی قانون میں نہیں ہے اسی لئے ہر زمان ومکان میں اسی کو قیادت کا حق بنتا ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ اوکاڑہ میں رہائش پذیر، آرائیں فیملی سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم اسلامی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم Chartered Accountant، ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس، برسر روزگار کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-7008467

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ بہاول نگر کے ناظم تربیت وقار اشرف کی والدہ بیمار ہیں۔ برائے بیمار پرسی: 0300-6988856

☆ حلقہ بہاول نگر کے ناظم دعوت افتخار احمد کی والدہ بیمار ہیں۔ برائے بیمار پرسی: 0333-1783888

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّایُغَادِرُ سَقَمًا

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے ۔ جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

حاملین ووارثینِ قرآن کے نام اہم پیغام

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام تصانیف

اور

مکتبہ خدام القرآن کی دیگر کتابوں پر مشتمل

موبائل فون ایپلیکیشن

گوگل پلے سٹور پر میسر ہے

TanzeemDigitallibrary

GET IT ON Google Play

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

شعبہ تحقیقِ اسلامی

مرکزی انجمن خُدّام القرآن لاہور

TanzeemDigitallibrary.com

غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں ۔ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور ۔ اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

شمارہ ستمبر 2021ء صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

مشمولات

☆ وَقُلْ جَاۤءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ!! ـــــ ایوب بیگ مرزا
☆ قرآن وسُنّت کا باہمی تعلق ـــــ ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ دین میں حدیث وسُنّت کا مقام ـــــ عبدالرشید عراقی
☆ دعا: عبادت کا مغز ـــــ احمد علی محمودی
☆ علمِ تفسیر اور مفسّرین کرام (۴) ـــــ پروفیسر حافظ محمد قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ”بیان القرآن“ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
خلافتِ راشدہ کا نظام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

قرآن پاک ہی پاکستان کا آئین ہوگا

(قائد اعظمؒ)

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
خلافتِ راشدہ کا نظام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

بے پردگی اور مخلوط معاشرت ہی جنسی تشدد کی بنیاد ہے

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
خلافتِ راشدہ کا نظام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غلامی حقیقی آزادی ہے

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
خلافتِ راشدہ کا نظام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

سیاسی، معاشی، معاشرتی عدل کا علم بردار: اسلام

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
خلافتِ راشدہ کا نظام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

روٹی کپڑا مکان اور تعلیم و علاج کا ضامن: دینِ اسلام

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
خلافتِ راشدہ کا نظام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

دجالی نظام کی تکون: سیکولرازم، سود اور بے حیائی

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

پاکستان میں نفاذِ دینِ اسلام ـــ کیا...؟ کیوں...؟ کیسے...؟

نفاذِ دینِ اسلام نمبر

نفاذِ دین اور اس کی اہمیت (قرآن کریم واحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں):

- "بلاشبہ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے نازل کیں اُن کے ساتھ کتابیں اور ترازو (نظامِ عدل) تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔" (سورۃ الحدید: آیت 25)
- "وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو کامل ہدایت کے ساتھ اور سچے دین کے ساتھ تاکہ وہ اِس کو غالب کردیں کل نظامِ زندگی پر اور چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔" (سورۃ الصف: آیت 9)
- نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ "اللہ کی حدود میں سے کسی حد کا نفاذ، کسی صحراء میں چالیس راتوں کی (رحمت سے برسنے والی) بارش سے بہتر ہے۔" (سنن ابن ماجہ)

نفاذِ دین کا مطلب؟

- ✓ دینِ اسلام زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے یعنی اس میں انفرادی زندگی کے تین گوشے (i) عقائد (ii) عبادات (iii) رسومات اور اجتماعی زندگی کے تین گوشے (i) معاشرتی نظام (ii) معاشی نظام (iii) سیاسی نظام شامل ہیں۔ ان سب گوشوں میں مکمل فرماں برداری کا نام دین ہے۔
- ✓ نفاذِ دین کا مطلب محض چور کے ہاتھ کاٹنا، زانی کو سنگسار کرنا، قاتلوں سے قصاص لینا وغیرہ ہی نہیں --- بلکہ معاشرے کو تمام جرائم سے پاک کرنا، نیز ہر شہری کی جان و مال اور آبرو کے تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔
- ✓ اسلامی نظام میں سزاؤں کی حیثیت ثانوی درجہ کی ہے۔ نفاذِ دین کا اصل حاصل ایک ایسے فلاحی، عادلانہ اور پاکیزہ معاشرہ کا قیام ہے جس کے تحت جرائم کا سرزد ہونا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔
- ✓ اسلامی نظام کا مطلب محض سزاؤں کا نفاذ سمجھنا ایک بہت بڑا مغالطہ ہے۔ اس نظام کی اصل شان ایک اسلامی فلاحی ریاست کا قیام ہے۔ جس کے لیے مکمل انقلاب کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس جدوجہد کا آغاز کریں۔

نفاذِ دین کا طریقہ کار:

انقلابی جدوجہد کے لیے ایک ایسی انقلابی جماعت ضروری ہے جس کے وابستگان پہلے اپنی ذات اور اپنے دائرہ اختیار خصوصاً اپنے گھر میں دین کا نفاذ کریں اور پھر ایک مضبوط اجتماعیت کی صورت اختیار کر کے منظم انداز میں اپنے اخلاق و کردار کی گواہی کے ساتھ ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ اور اسی مقصدِ عظیم کے لیے تنظیم اسلامی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

دینِ اسلام کے عالمی غلبہ کا آغاز ---- مگر کہاں سے؟

- ❖ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی رو سے ہمیں یقینِ کامل ہے کہ غلبہ دین پوری دنیا میں ہو کر رہے گا البتہ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نقطہ آغاز بننے کی سعادت کس خطہ ارضی کو حاصل ہوگی۔ البتہ برعظیم پاک و ہند میں گزشتہ چار سو سالہ احیائے دین کی تاریخی جدوجہد کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے پختہ اُمید ہے کہ اس کا نقطہ آغاز سلطنتِ خداداد پاکستان ہی سے ہوگا۔ ان شاء اللہ
- ❖ آیئے! نفاذِ دینِ اسلام کی اجتماعی جدوجہد میں شریک ہو کر اس عظیم فرض کی ادائیگی کے لیے اپنا کردار ادا کریں!

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org
بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیرِ تنظیم: شجاع الدین شیخ

Nifaz-e-Deen-e-Islam Campaign 2021

Allama Iqbal *(RAA)*, the Ideologue of Pakistan, had declared the establishment of an Islamic Welfare State in the north-west of the Indian subcontinent to be a final destiny. While enunciating the necessity and raison d'être for the creation of that state he had said, "...so that the stains placed on the real face of Islam during the era of Islamic Imperialism could be washed away by creating a genuine Islamic Welfare State, which could give authentic Islam a practical manifestation...". Moreover, the Founder of the Nation, Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah *(RAA)*, while answering a question had said that the constitution of Pakistan had been laid down (revealed) thirteen hundred (1300) years ago in the contents of the Qur'an.

Furthermore, it is a well-established historical fact that Quaid-e-Azam never used the term "Secularism" during his entire life. Hence, the top leadership of Muslims considered the creation of Pakistan for one purpose alone, viz. the attainment of a 'piece of land' for the Muslims of the Indian subcontinent in order to get the opportunity to not only practice the Islamic way of life in their personal capacity freely, but also to present a working model of the Islamic System of Collective Social Justice in the form of a genuine Islamic Welfare State, based on the pristine principles derived from the Qur'an and Sunnah. It is for that reason that Islam was considered synonymous to the Ideology of Pakistan and the state of Pakistan was considered worthy of being called an Ideological state. Unfortunately, the nation as a whole betrayed that ideology which was at the core of the creation of Pakistan and consequently Pakistan is today like an anchorless ship sailing on the whim of the waves, with no determined direction and no progress towards the destination. We have failed miserably in fulfilling the obligation of *Nifaz-e-Deen-e-Islam* in Pakistan. Consequently, the security and existence of the country are at stake.

The question logically arises as to what is the responsibility of a Pakistani Muslim under these circumstances? In our opinion, no obscure philosophy is required to answer that question. The simple answer is that we ought to revert to the same Ideology that had been abandoned in the first place. The slogan and promise *"La Illaha Ill Allah"* (There is no deity but Allah *SWT*) had played a vital role in making the Pakistan Movement successful; now *"Muhammad Rasul Allah"* (Muhammad *SAAW* is the Messenger of Allah *SWT*) needs to be appended to it in order to practically fulfill the promise. Make no mistake that the answer to all our prayers rests in *Nifaz-e-Deen-e-Islam* in Pakistan.

Doing so will not only ensure the security and continued existence of our country, but will also put us on the path of righteousness as a nation. This obligation is not limited to the government alone. Every citizen of Pakistan ought to start this job, become active at every possible level and become motivated for the cause; similar to the fervor and zeal seen during the days of the Pakistan Movement, seventy-four odd years ago. It must be remembered that deeds, not slogans, would give results. Every Pakistani Muslim ought to implement "Islam" on his own person as much as possible as the initial step, then move on to making efforts to convince his family and friends towards this objective and lastly be willing to commit all his energies for making the effort of implementing Islam at the state level and be willing to sacrifice whatever is necessary for this purpose. The people of Pakistan are very fortunate in this regard because all efforts made in making our country a genuine Islamic Welfare State, i.e., striving for *Nifaz-e-Deen-e-Islam*, would not only lead to the fortification of Pakistan, but also lead to great rewards and success in the Hereafter. *Insha Allah!*

Ameer	Tanzeem-e-Islami	Founder
Shujauddin Shaikh	www.tanzeem.org	Dr. Israr Ahmad *(RAA)*

Vol: 30 Regd. No. C.P.L NO.114 No.32

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore